احکامِ ستر و حجاب

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لاہور

عورت کے چہرہ پر نقاب کو آج کی مہذب دنیا میں انتہا کی مکروہ اور گھناؤنی چیز سمجھا جاتا اور اسے ظلم، تنگ خیالی اور وحشت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ مشرقی اقوام کی جہالت اور تمدنی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب بھی پردہ ہی بتلایا جاتا ہے اور جب کسی ملک کی ترقی کا ذکر مقصود ہو تو سرِ فہرست یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہاں سے پردہ رخصت ہوا ہے یا نہیں؟ کیونکہ پردہ کی موجودگی میں اس تہذیب کو اپنے کھیل کھیلنے کا موقع نسبتاً کم ہی نظر آتا ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ صرف اسلام ہی کیا، کوئی بھی الہامی مذہب فحاشی اور بے حیائی کی اجازت نہیں دیتا۔ اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی عام بے حیائی کو روکنے کا ایک مؤثر حائل یہی پردہ ہے۔ اب بھی دیکھنا یہ ہے کہ یورپ جس کا اکثریتی اور سرکاری مذہب عیسائیت ہے وہ فحاشی کو پھیلانے میں اتنی زیادہ دلچسپی کیوں رکھتا ہے اور اس نے اپنی اولین ہدف پردہ کو کیوں بنا رکھا ہے؟ نیز وہ کون سے اسباب و علل ہیں جن کی بنا پر خود یورپ میں فحاشی اپنی انتہا کو پہنچی ہے۔

پس منظر یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فرانس کا انقلاب (۱۷۸۹ء) قیصریت اور پاپائیت کی دشمنی کے نتیجہ میں اور ان دونوں چیزوں کی دوسری انتہا کے طور پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ موجودہ دور کی جمہوریت کا آغاز بھی اسی انقلاب فرانس سے شروع ہوتا ہے۔ اس انقلاب نے جہاں ملوکیت کی تمام قدروں کو پامال کیا وہاں مذہب کی تمام اقدار کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ مذہب سے بے اعتنائی اور دشمنی کی وجوہ دو تھیں۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ یہ مذہب زندگی کے جملہ پہلوؤں میں راہنمائی نہیں دے سکتا تھا۔ اور دوسری

یہ کہ بیشوائیت میں کچھ ایسے مفاسد پیدا ہو گئے تھے۔ جنہوں نے عوام کو مذہب سے متنفر کر دیا تھا۔ انقلاب کے بعد جمعیت وطنیت فرانس نے اپنا مشہور منشور و فرمانِ حریت" شائع کیا جس کی ایک شق حریت رائے و خیال اور مطبوعات (یعنی پریس کی آزادی)" بھی تھی۔ بس یہی اس موجودہ بے حیائی و بے راہ روی کا نقطۂ آغاز ہے۔

اسباب

۱۔ حریت فکر و خیال: چنانچہ فرانس ہی کے مصنفین اور ادیبوں نے سب سے پہلے شہوانی جذبات کی تسکین کی خاطر اس مشن کا افتتاح کیا تھا۔ ان حضرات نے معاشرہ کی توجہ کچھ اس قسم کے امور کی طرف دلائی۔ کہ نکاح ایک غیر فطری چیز ہے۔ انسان بھی آخر حیوان ہی تو ہے۔ تو جب حیوانی دنیا میں نکاح کے بندھنوں کا وجود نہیں پایا جاتا تو آخر انسانی دنیا میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ جوانی پر تقوٰی کی مصیبت کیوں ڈالی گئی ہے۔ پھر اگر نکاح کے باوجود کوئی شخص دوسری عورت سے محبت کرتا ہے تو اسکا کیا بگڑ جاتا ہے۔ نکاح کے بعد کیا مرد کا یا عورت کا دل اندر سے نکل جاتا ہے کہ اس سے محبت کرنے کا حق چھین لیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس گروہ کی ایک ادیبۂ ژورساں جو خود انتہائی حیا باختہ اور بدکار عورت تھی اپنے ناول "ژاک" میں لکھتی ہے کہ:۔

"میری رائے میں نکاح تمام اجتماعی طریقوں میں وہ انتہائی وحشیانہ طریقہ ہے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آخر کار یہ طریقہ موقوف ہو جائے گا"۔[۱]

اسی طبقہ کا ایک دوسرا مصنف بول ادمان نوجوانوں کو یوں مخاطب کرتا ہے کہ:۔

"نادان ہے وہ جو محبت کا مندر تعمیر کر کے اس میں ایک ہی بت کا پجاری بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ لطف کی ہر گھڑی میں ایک نئے مہمان کا انتخاب کرنا چاہیئے"۔[۲]

---

[۱] پردہ ص ۵۵۔

[۲] ص، ۳۰

اور ایک تیسرا مصنف بسرا یوئی یوں رقمطراز ہوا کہ :۔

"اخلاق کی بندشیں دراصل انسانی ذہن اور دماغی قوتوں کے نشوونما میں حائل ہوتی ہیں۔ جب تک ان کو بالکل نہ چھوڑ دیا جائے اور انسان پوری آزادی کے ساتھ جسمانی لذات سے متمتع نہ ہو، کوئی عقلی و عملی اور مادی و روحانی ارتقاء ممکن نہیں ہے[1]۔"

غرض اس طرح کے وسیع پیمانہ پر لٹریچر نے جنسی بے راہ روی کی راہ ہموار کرنے کے سلسلہ میں بنیاد کا کام دیا۔

۲۔ مالتھس کا نظریہ آبادی

مالتھس (۱۷۶۶ء-۱۸۳۴ء) برطانیہ کا مشہور ماہر اقتصادیات تھا۔ اس نے ۱۷۹۸ء میں ایک کتاب "اصول آبادی" لکھ کر یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسانی آبادی جومیٹری کے حساب یعنی ۱-۲-۴-۸-۱۶ کی نسبت سے بڑھ رہی ہے جبکہ وسائل پیداوار حساب کی نسبت یعنی ۱-۲-۳-۴-۵ کی نسبت سے بڑھتے ہیں۔ اور اپنے اس نظریہ کے مطابق اس نے پیشین گوئی کی کہ اگر وسائل پیداوار اور انسانی پیدائش کی یہی صورت حال رہی تو برطانیہ چند ہی سالوں بعد افلاس کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ انسانی پیدائش پر کنٹرول کیا جانا چاہیئے اور شادی میں حتی الوسع تاخیر سے کام لینا چاہیے۔

لیکن تاریخ نے مالتھس کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا۔ برطانیہ کی خوشحالی بڑھتی گئی اور اس کی وجہ وہ صنعتی انقلاب تھا جس کے آغاز کا مالتھس نے خود بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ بعد میں آنے والے معیشت دانوں نے اسے "جھوٹا پیشین گو" کے نام سے یاد کیا۔

البتہ اس کا نظریہ برتھ کنٹرول معاشرہ میں رواج پا گیا۔ حمل کو بذریعہ ادویات ضائع کرنے کا عمل جو اس کے نزدیک وقت کی ضرورت تھی، عیاشی و فحاشی اور بدکاری کا بڑا مؤثر سبب بن گیا۔ مالتھس کے بعد ایک تحریک اٹھی جس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ نفس کی خواہش کو آزادی کے ساتھ پورا کیا جائے۔ مگر اس کے فطری نتیجہ یعنی اولاد کی پیدائش کو سائنٹفک ذرائع سے

---

[1] ایضاً ص ۵۷

روک دیا جائے۔ اس طبقہ کے لٹریچر میں جس طرزِ استدلال پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو فطری طور پر تین پُرزور حاجتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ خوراک، آرام اور شہوت۔ اور تینوں باتوں کے پورا کرنے سے ہی انسان کو تسکین بھی نصیب ہوتی ہے اور خاص لذت بھی عقل اور منطق کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ان کی تسکین کی طرف لپکے۔ پہلی دو باتوں کے معاملہ میں تو اس کا طرزِ عمل یہی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ تیسری جز کے معاملہ میں انسان کا طرزِ عمل یکسر مختلف ہے۔ اجتماعی اخلاق نے یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ اس خواہش کو نکاح سے باہر پورا نہ کیا جائے۔ اور مزید پابندی یہ کہ اولاد کی پیدائش کو نہ روکا جائے۔ یہ پابندیاں سراسر لغو۔ عقل اور منطق کے خلاف اور انسانیت کے لیے بدترین نتائج پیدا کرنے والی ہیں [۱]

اس نظریہ کا ایک لیڈر اس ذریعہ سے پھیلی ہوئی فحاشی پر خوش ہو کر لکھتا ہے کہ:

پچھلے ۲۵ سال میں ہم کو اتنی کامیابی تو ہو چکی ہے کہ اگر کوئی بچہ پیدا ہو بھی جائے تو اس حرامی بچہ کو قریب قریب حلالی بچہ کا ہم مرتبہ کر دیا گیا ہے۔ اب صرف اتنی کسر باقی ہے کہ صرف پہلی ہی قسم کے بچے ہی پیدا ہوا کریں۔ تاکہ تقابل کا سوال ہی باقی نہ رہے [۲]

۳۔ سرمایہ دار کا کردار:۔ فرانس کے منشور نے "حریت شخصی" کے نام پر آزادی بخشی تھی۔ اس نے کسب معاش کے سلسلہ میں افراد کو بے پناہ آزادی عطا کر دی۔ جس کی رو سے ہر شخص ہر ممکن طریقہ سے دولت سمیٹنے میں مکمل طور پر آزاد تھا۔ اس پر اگر کچھ پابندی تھی تو صرف یہ کہ وہ حکومت کے واجبات یعنی ٹیکس وغیرہ ادا کر دیا کرے۔ اس لامتناہی آزادی کی بنا پر، خالص خود غرضی پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام وجود میں آگیا۔ جس میں اجتماعی مفادات کو انفرادی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار کو کچھ غرض ہوتی ہے تو صرف یہ کہ وہ اپنے کاروبار کے ذریعہ لوگوں کی جیبوں پر زیادہ سے زیادہ ڈاکہ ڈال سکے۔ رہے اس کاروبار کے معاشرہ پر تباہ کن اثرات اور نقصانات، تو یہ اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اس دور میں سود، قمار اور شراب کو جو فروغ حاصل ہوا پہلے کبھی

---

[۱] اس اعتراض کا جواب مقالہ کے آخر میں "چند متفرق مباحث" میں ملاحظہ فرمائیے۔

[۲] پردہ ص ۶۵

نہ ہوا تھا۔ قمار اور سود کی چند در چند اقسام کو جاذب اور دلکش انداز میں پیش کر کے معاشرہ میں رائج کر دیا گیا۔ اسی دور کے سرمایہ دار نے انسان کی اس بنیادی اور مخفی کمزوری یعنی شہوانیت سے بھی خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ اس نے خوبصورت عورت کی خدمات حاصل کر کے تھیٹر، رقص گاہیں اور فلم سازی کے ادارے قائم کیے۔ کوشش یہ کی گئی کہ ان خوبصورت عورتوں کو ممکن حد تک برہنہ صورت میں پیش کیے اور لوگوں کے شہوانی ہیجان کو خوب بھڑکا کر ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جائے۔ بعض دوسروں نے حکومت سے لائسنس حاصل کر کے باقاعدہ قحبہ گری کے اڈے قائم کر دیئے۔ کچھ دوسروں نے میک اپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان تیار کیا اور اسکی اشتہار بازی میں خوبصورت عورتوں کی تصاویر کو جاذب نظر انداز میں پیش کیا۔ کچھ اور سرمایہ داروں نے برہنہ قسم کے اور بھڑکیلے لباس تیار کر کے اسے انہیں خوبصورت عورتوں کے ذریعہ معاشرہ میں مقبول بنایا اور اسے نئے فیشن کا نام دیا۔ پھر یہ سرمایہ دار مزید جلب منفعت کی غرض سے ہر آئے دن یہ فیشن بدل دیا کرتا تھا اس طرح سرمایہ دار نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کی خاطر معاشرہ کو شہوانی ہیجان کے نہ ختم ہونے والے جہنم میں دھکیل دیا۔ جس کی وجہ سے فحاشی اور بدکاری آپ سے آپ بڑھتی چلی گئی۔

۴۔ نئی ایجادات یہی انیسویں صدی کا زمانہ سائنسی ایجادات کا بھی دور تھا۔ جس میں ریڈیو اور گراموفون کی ایجاد نے مغنیہ عورتوں کے وقار کو معاشرہ میں بلند مقام عطا کر دیا۔ دوسری طرف ایسی عورتوں کی آواز اور شہوانیت کو بھڑکانے والے گیت بھی ہر گھر میں بجنے لگے۔ بعد کے ادوار میں ٹیلی ویژن، ڈی سی آر اور وی۔ ڈی او کیسٹوں کی ایجادات نے بھی اس فحاشی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور جس بات کیلئے لوگ تھیٹروں۔ رقص گاہوں اور سینماؤں جانے کی زحمت گوارا کرتے تھے۔ یہ نعمت انہیں گھر بیٹھے ہی مہیا ہونے لگی

۵۔ معیار زیست کی بلندی ابتداءً یہ میک اپ کا سامان، فیشن دار ہر آن بدلنے والے ملبوسات اور یہ سائنسی ایجادات ایک مخصوص طبقہ تک محدود تھیں۔ سرمایہ دار نے ان چیزوں کا اتنا بھرپور پروپیگنڈہ کیا کہ جو اشیاء پہلے سامان تعیش شمار ہوتی تھیں۔ اب وہ ضروریاتِ زندگی بن گئیں۔ اس طرح جب اخراجات بڑھے۔ تو عورت بھی ہاتھ بٹانے کی خاطر کسب و معاش کے میدان میں نکل آئی۔ وہ عورت جو پہلے گھر کی زینت تھی۔ بازاروں دکانوں، فیکٹریوں، اور کارخانوں میں آکر مردوں کے دوش بدوش کام کرنے لگی۔ اس طرح اختلاط مرد و زن سے فحاشی کیلئے ایک نیا میدان معرض وجود میں آگیا۔ زندگی کا دوسرا پہیہ جو اب تک جام پڑا تھا۔ حرکت میں آگیا اور زندگی اس تہذیب و تمدن کی منازل کو بڑی سرعت سے طے کرنے لگی۔ اسی بلند معیار زیست کا ایک اضطراری پہلو یہ بھی تھا کہ بچے کم سے کم پیدا ہوں اس سے مالتھسی تحریک کو مزید فروغ حاصل ہوا۔

۶۔ مخلوط تعلیم:۔ معاشی کاروبار میں شرکت کا دوسرا پہلو یہ بھی تھا۔ کہ پڑھی لکھی عورت جاہل عورت سے بہرحال بہتر ہے۔ لہٰذا مخلوط تعلیمی ادارے قائم ہوئے سکول کالج، یونیورسٹیاں غرض کوئی تعلیمی ادارہ ایسا نہ رہا جہاں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے تعلیم نہ پا سکیں۔ اب قوم کے یہ بچے تعلیم تو حاصل کرتے ہی ہوں گے ان کی زیادہ تر توجہ محبت کی پینگیں چڑھانے اور فحاشی کی تجرباتی تعلیم حاصل کرنے پر مرکوز رہتی تھی۔ چنانچہ یورپ سے شائع ہونے والے جرائد کے بیانات کے مطابق تقریباً نصف تعداد لڑکوں اور لڑکیوں کی ایسی ہوتی ہے۔ جو سکول سے فراغت سے پیشتر ایسے تجربے حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔

۷۔ عورت کا حق طلاق:۔ فرمان حریت کی ایک شق جنسی مساوات بھی ہے جس کی رو سے مساواتِ مرد و زن کا نعرہ بلند کیا گیا۔ اور اسی شق کی رو سے عورت کو حق طلاق بھی دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب لو میرج (LOVE MARRIAGE) کے ذریعہ نکاح میں آنے والے جوڑے میں سے کسی ایک فریق کا دوسرے سے جی بھر جاتا ہے۔ تو وہ اسے فوراً طلاق دے دیتا ہے اور وہ دونوں نئے ازدواجی تجربے کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح نکاح کا یہ بندھن جو مقدس اور مذہبی فریضہ سمجھ کر اسے زندگی بھر نباہنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اب محض ایک ذاتی فعل سمجھا جانے لگا۔ اور جب یہ بندھن بھی کمزور پڑ گیا تو اسی نسبت سے فحاشی کا فروغ اس کا لازمی نتیجہ تھا۔

۸۔ لواطت کا قانونی جواز:۔ فحاشی کی انتہائی گہرائیوں تک پہنچنے میں اب صرف ایک ہی کسر باقی رہ گئی تھی اور وہ تھی لواطت چنانچہ جرمنی کے ایک ڈاکٹر ہیرشفیلڈ نے لواطت کے حق میں متواتر چھ سال تک پروپیگنڈہ کیا۔ اس پروپیگنڈہ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے لیے زمین پہلے سے تیار تھی۔ چنانچہ جرمن پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے یہ مرحلہ بھی طے کرا لیا۔ اور قانون پاس کر دیا کہ اب یہ فعل جرم نہیں ہے بشرطیکہ طرفین کی رضامندی سے اس کا ارتکاب کیا جائے۔ اور معمول کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کا ولی ایجاب و قبول کی رسم ادا کر سکتا ہے[1]۔ اور برطانیہ میں جب ایک وزیر صاحب خود لواطت کر بیٹھے تو یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں

---

[1] پردہ ص ۷۳۔

باقاعدہ طور پر اٹھایا گیا۔ وزیر صاحب اس مسئلہ میں قطعاً پشیمان یا پریشان نہیں ہوئے بلکہ پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت کے بل بوتے پر ہم جنسی HOMOSEX کا بل منظور کرا لیا جس کی رُو سے لواطت کو قانونی جواز حاصل ہو گیا۔

نتائج

اب ہم مغربی ممالک میں فحاشی کی پھیلی ہوئی اس وبا کے ثمرات کو مختصر نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ **فواحش کی کثرت** جو ہر عمر کے مرد اور عورت میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ بعض عورتوں نے اس کاروبار کو پیشہ کی حیثیت سے اور اپنی مرضی سے اختیار کر رکھا ہے جبکہ بعض دوسری عورتیں جزوی طور پر یہ کاروبار کرتی ہیں۔ صرف لندن شہر میں علانیہ بدکاری کرنے والی عورتوں کی تعداد تئیس ہزار ہے۔ اس سلسلہ میں محرمات تک کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا بیٹی سے باپ کے جنسی تعلقات اور ماں سے بیٹے کے تعلقات بھی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ **شہوانی ماحول کا بچوں پر اثر** اس ماحول کا بچوں پر اثر یہ ہوتا ہے کہ بلوغت کی حقیقی عمر سے بہت پہلے بالغ ہو جاتے ہیں اور ایسے جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ ایک مصنف ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر اپنی تصنیف LAWS OF SEX میں لکھتی ہے کہ: "ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت شریف خاندان کی چشم و چراغ تھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں کے ساتھ ملوث ہوئی۔ ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل تھا باہم شہوانی تعلقات میں وابستہ پائے گئے اور انہوں نے دوسرے ہم عمر بچوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ ان میں سب سے بڑے بچے کی عمر صرف ۱۰ سال کی تھی۔" یہ حالات امریکہ کے ہیں جہاں بچوں کی بلوغت کی عمر ۱۸ سال اور لڑکیوں کی یہ عمر ۱۵، ۱۶ سال ہوتی ہے۔

۳۔ **ادویات و آلات منع حمل کی بکثرت خرید و فروخت** اس معاشرہ میں چونکہ لڑکیاں اور لڑکے ایسے آلات کو اپنے پاس پہلے سے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ کوئی "سنہری موقع" ضائع نہ ہونے پائے لہٰذا ان اشیاء کی برسرِ عام اور بے حجابانہ خرید و فروخت ہوتی ہے کیونکہ یہ چیزیں ضروریاتِ زندگی میں شمار ہونے لگی ہیں۔

۴۔ **امراض خبیثہ:۔** یعنی آتشک اور سوزاک کی کثرت۔ جو اس طرح پھیلی ہوئی فحاشی کی وبا کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ اندازہ کیا گیا کہ امریکہ کی تقریباً ۹۰٪ آبادی ان امراض سے متأثر ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق وہاں کے سرکاری دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ۶۵ دواخانے انہی امراض کے لیے مخصوص ہیں۔ جب کہ زیادہ لوگ پرائیویٹ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جن کے پاس آتشک کے ۶۱ ہزار اور سوزاک کے ۸۹٪ مریض جاتے ہیں [1]

روزنامۂ انقلاب یکم جولائی ۱۹۲۸ء میں جان بل کے حوالہ سے یہ رپورٹ شائع ہوئی تھی۔

"شہر نیویارک میں اس وقت چالیس ہزار بازاری عورتیں موجود ہیں۔ اس تعداد میں وہ لڑکیاں داخل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے گھروں، ہوٹلوں اور دوسرے پبلک مقامات میں رفاہ عامہ کا کام جاری کر رکھا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ شہر نیویارک میں یہ بازاری عورتیں تین لاکھ چالیس ہزار سات سو مردوں کے ہاتھ اپنی متاع عصمت کو فروخت کرتی ہیں۔ گویا ایک دن میں پندرہ ہزار ایک سو اسی مرد بازاری عورتوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جس سے تمام امراض خبیثہ کے شکار ہیں [2]

۵۔ **جنسی تعلقات کی مختلف شکلیں:** جو ان ممالک میں رائج ہیں وہ درج ہیں۔

ا۔ مردوں اور عورتوں کا ایک کثیر طبقہ ایسا ہے جو شادی کا یا کسی بھی دوسری طرح کے معاہدہ کا قائل ہی نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب بازار سے ہر وقت تازہ دودھ مل سکتا ہو تو گھر پر گائے باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟

لندن میں باقاعدہ دوشیزاؤں کی انجمنیں ہیں جو عہد کرتی ہیں کہ ہم شادی نہیں کریں گی۔ ان کے نزدیک نکاح کے بغیر ماں بننا زیادہ جمہوری طریقہ ہے۔

ب۔ داشتائیں۔ یعنی ایسی عورتیں جن سے مرد نکاح کے بغیر ہی تعلقات رکھتے ہیں۔ ایسے جوڑے آزادی سے سوسائٹی کی تقریبات میں شامل ہوتے ہیں۔ اور اب فرانس میں ایسی عورتوں

---

[1] پردہ ص ۱۰۱
[2] ایضاً ص ۱۰۹

کا قانونی حق کو تسلیم کیا جانا لگا ہے یعنی مرد کی زندگی میں نان و نفقہ اور موت کی میں پنشن۔

ج ۔ آزمائشی نکاح ۔ کا مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے محبت کرنے والا جوڑا کچھ مدت مل کر زندگی گزارتا ہے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے مزاج سے کلی طور پر آگاہ ہو سکیں ۔ بعد میں اگر چاہیں تو نکاح کا بندھن باندھ لیں ۔ ورنہ الگ ہو جائیں ۔

د ۔ نکاح : جس میں عورت کو بھی طلاق کا ایسے ہی حق حاصل ہے جیسے مرد کو۔

ھ ۔ ہم جنسی کے تعلقات :۔ یعنی لواطت اور چپٹی بازی ۔ ڈاکٹر چوکر لکھتی ہے۔

تعلیم گاہوں، کالجوں، نرسنگ کے ٹریننگ سکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں ایک ہی جنس کے دو فرد آپس میں شہوانی تعلق رکھتے ہیں اور صنف مقابل سے ان کی دلچسپی فنا ہو چکی ہوتی ہے ۔ اس سلسلہ میں اس نے بکثرت ۔ ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن میں لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے"۔[۱]

۶ ۔ عائلی نظام کی بربادی اور عدالتوں میں خانگی تنازعات اور طلاق کے مقدمات کی بھرمار التباس نسل کی وجہ سے وراثت کے تنازعات :۔

معاشی لحاظ سے تو عورت پہلے ہی مرد کے زیر بار نہیں رہی تھی ۔ جس کی بنا پر اس نے بچوں کی تربیت سے گلو خلاصی حاصل کر لی تھی ۔ حق طلاق دینے کے بعد مغربی ممالک میں بے شمار خاندانی مسائل پیدا ہو گئے ہیں ۔ خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر رہا ہے ۔ اکثر بچے سکولوں اور نرسریوں میں ملتے ہیں جو ماں کی مامتا ، باپ کی شفقت اور خاندانی ہمدردیوں اور برکات سے یکسر محروم رہتے ہیں ۔ اس جدید خاندان کا سب سے بڑا مسئلہ اس کی ناپائیداری اور طلاقوں کی بھرمار ہے ۔ اس عائلی نظام کی ناپائیداری سے مزید کئی مسائل پیدا ہو گئے ہیں مثلاً (۱) طلاقوں کی کثرت (۲) میاں بیوی میں اکثر ناچاقی (۳) بچوں کی تربیت سے عدم توجہی اور غفلت (۴) نافرمان اولاد (۵) میاں بیوی دونوں کا گھریلو ذمہ داریوں سے گریز

---

[۱] شرعی پردہ : ص ۲۵

وغیرہ وغیرہ اب ان گھروں کے بجائے کلب گھر اور تفریح گاہیں آباد ہو رہی ہیں وہیں پکنک منانے کے پروگرام بنائے جاتے ہیں ۔ میاں کا پروگرام اگر ایک جگہ ہے تو بیوی کا کسی دوسری جگہ ۔ گویا اس حق طلاق نے یہاں ایک طرف خاندانی نظام کا جنازہ نکالا ہے تو دوسری طرف آئے دن ازدواجی تجربوں کے پروگراموں نے بے حیائی اور فحاشی کو بہت فروغ بخشا ہے ۔

۷ ۔ اسقاط حمل کا کاروبار : ۔ منع حمل کی تدابیر کے باوجود بھی بسا اوقات حمل قرار پا جاتا ہے ۔ لہٰذا انہیں اسقاط حمل کے ذریعہ ضائع کر دیا جاتا ہے ۔ اور اس مقصد کے لیے الگ زچہ خانے قائم کر دیے گئے ہیں ۔ اسقاط حمل صرف کنواری لڑکیاں ہی نہیں کراتیں ۔ بلکہ شادی شدہ عورتیں بھی اس فعل میں ملوث ہوتی ہیں ۔ اخلاقاً اس فعل کو ناقابل اعتراض ہی نہیں عورت کا حق تسلیم کیا جاتا ہے ۔

۸ ۔ فطری تقاضوں کا خون اور قتل اولاد : ۔ ماں کی مامتا ایک ایسا فطری داعیہ ہے ۔ جس سے کسی کو مجال انکار نہ ہوگا لیکن آج کی مہذب عورت ، بربریت میں اس درجہ آگے بڑھ گئی ہے کہ اس نے اس فطری داعیہ کا بھی جنازہ نکال دیا ہے ۔ اگر کسی عورت کو اسقاط حمل کا موقع میسر نہ آئے یا وہ اپنی صحت یا زندگی کے خدشہ یا اخلاقی جرأت کے فقدان کی وجہ سے حمل ساقط نہ کرا سکے تو اس ناخواندہ مہمان کی آمد پر وہ سخت برداشتہ ہو جاتی ہے ۔ جس نے اس کی زندگی کا لطف غارت کر دیا ۔ تاہم اس نومولود کو اس کی سزا بھی بھگتنا پڑتی ہے ۔ جو اس کے قتل کی صورت[1] میں سامنے آتی ہے ۔ اب چند واقعات ملاحظہ کیجیے ۔

" فروری ۱۹۱۸ء میں لوار کی عدالت میں دو لڑکیاں اپنے بچوں کے قتل کے الزام میں پیش ہوئیں ۔ اور دونوں بری کر دی گئیں ایک لڑکی نے اپنے بچے کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا تھا ۔ اس کے ایک بچے کو اس کے رشتہ دار پرورش کر رہے تھے اور دوسرے بچے کی پرورش کے لیے بھی وہ آمادہ تھے ۔ مگر پھر بھی اس لڑکی نے یہی فیصلہ کیا کہ اس ناخواندہ مہمان کو جیتا نہ چھوڑے ۔ دوسری لڑکی نے

---

[1] لنڈسے کے بیان کے مطابق امریکہ میں ہر سال ۵ لاکھ حمل ساقط کیے جاتے ہیں اور ہزارہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیے جاتے ہیں ۔

اپنے بچے کا گلا گھونٹ کر مارا لیکن اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی رہ گئی تو دیوار پر مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔ فرانسیسی ججوں کی نگاہ میں یہ دونوں لڑکیاں قصاص کی سزاوار نہ ٹھہریں۔ پھر اسی سال ماہ مارچ میں سینی کی عدالت کے سامنے ایک رقاصہ پیش ہوئی جس نے اپنے بچہ کی زبان حلق سے کھینچنے کی کوشش کی اور اس کا گلا کاٹ ڈالا۔ یہ عورت بھی عدالت کے ہاں مجرم قرار نہ پا سکی [1]

یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر فرانس کی افرادی قوت میں بے پناہ کمی واقع ہو گئی۔ فوج کے اکثر سپاہی امراض خبیثہ کے شکار اور ہسپتالوں میں داخل تھے اور فوج میں نئی بھرتی کے لیے افراد مہیا نہیں ہوتے تھے تو حکومت کو "جنو اور جناؤ" کی باقاعدہ تحریک چلانی پڑی۔ جس کے مخاطب عورت اور مرد دونوں تھے۔ حلالی اور حرامی بچے کے امتیاز کے بغیر جس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ قوم کی نظروں میں قابل احترام سمجھی جانے لگی اور حکومت کی طرف سے اسے انعام ملتا تھا۔

۹۔ **بوڑھے والدین کی حالتِ کس مپرسی**:۔ اب اس کا دوسرا پہلو ملاحظہ فرمائیے۔ جب عورت اپنی جوانی سے گزر کر اپنی رعنائی کھو بیٹھتی ہے۔ تو اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ بوڑھے والدین جو کام کرنے کے قابل نہیں رہتے ان کی رہائش کیلیے الگ بیرکیں بنا دی گئیں ہیں۔ جہاں وہ اپنے آخری ایام انتہائی کس مپرسی کی حالت میں اور تنہائی کی حالت میں سسکیاں بھر بھر کر گزارتے ہیں۔ جب کہ ان کی اولاد۔۔ انہیں کی طرح۔۔ رنگ رلیوں میں مصروف ہوتی ہیں۔ اب اگر کوئی ممتا کی ماری ماں اپنی اولاد یا اس کے بال بچوں کو ملنے اور تفریح طبع کی خاطر ان کے ہاں چلی جائے تو اولاد اس کی آمد کو اپنی عیش و طرب میں مداخلت تصور کر کے دھتکار دیتی ہے۔ اور ایسے واقعات بھی آئے دن اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔

گویا جس سطح کو اسلام نے ماں کو بلند ترین مقام قرار دیا اور اس کی خدمت کو اخروی نجات کا ذریعہ بتلایا تھا۔ اس تہذیب نے اس مقام کو اس بڑھیا کھوسٹ کے لیے ارذل ترین مقام بنا دیا۔

۱۰۔ **احترام نسواں کا خاتمہ**: اسلام نے عورت کو ماں، بہن اور بیٹی ہر حیثیت سے قابل احترام

---

[1] پردہ: ص ۹۸

قرار دیا تھا۔ اور اس کا یہ احترام اسکی طبعی شرم و حیاء اور اولاد سے بے پناہ محبت اور صنف نازک ہونے کی بناء پر تھا۔ جب دورِ حاضر کی تہذیب نے عورت سے ان خصائص کو چھین لیا۔ تو اس کے احترام کا خاتمہ منطقی نتیجہ کے طور پر سامنے آ گیا ہے۔ جب عورت ہر میدان میں مرد کی برابری کا دعوے کرے بلکہ اپنی فطرت کو کچلتے ہوئے فحاشی کے میدان میں مرد سے بھی آگے نکل جائے مرد کی نگاہوں میں احترام کیسے باقی رہ سکتا تھا۔

لمحہ فکریہ عورت پہلے صنف نازک سمجھی جاتی تھی۔ موجودہ تہذیب نے اسے برابری کا درجہ دیا پھر اسے صنف بہتر کا درجہ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرد خود صنف کہتر بن چکا ہے۔ بالفاظ دگر عورت کی آزادی مرد کی غلامی پر منتج ہوگئی۔ عورت پہلے حجاب سے نکلی پھر اپنے آپ سے نکلی، پھر مرد کے قبضہ سے نکل گئی، کیونکہ آزادی کی ایک کڑی دوسری کڑی کو طبعی کشش کے ساتھ کھینچتی ہے۔ جب عورت کو مرد کی طرف سے ناجائز آزادی ملی تو عورت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خود آزادی کی قانون سازی میں آزاد ہو کر اس میں ایسی دفعات کا اضافہ کر رہی ہے جسے مردانہ عقل کسی حالت میں گوارا نہیں کر سکتی۔ یہی وہ صورتِ حال ہے جس کے متعلق رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

واموركم الیٰ نساءکم فبطن الارض خیر من ظهرها[1]

(اور جب ایسا وقت آجائے) کہ تمہارے معاملات تمہاری بیگمات کے حوالے ہوں تو اس وقت تمہارے لیے زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے۔

مغرب کی مراجعت: آج کا مغربی مفکر بھی تہذیب کے اس ہمہ پہلو انقلاب سے سخت پریشان ہے۔ اور اس صورت پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایک امریکن رسالہ میں اس صورت حال پر یوں تبصرہ کیا گیا ہے۔

دو تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت شاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے ۲۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف

---

[1] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ باب تغیر الناس۔

بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں ۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے ۔ اگر ان کو روکا نہ گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہو گی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔[1]

احکام ستر و حجاب سے متعلق چند ضروری وضاحتیں

ستر و حجاب کے احکام کا صحیح مفہوم سمجھنے میں بعض اوقات پڑھے لکھے لوگ بھی غلطی کر جاتے ہیں ۔ لہٰذا چند امور کو پہلے سمجھ لینا ضروری ہے ۔ وہ یہ ہیں :

ستر و حجاب کا فرق

عام طور پر لوگ چونکہ ستر اور حجاب کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے لہٰذا ستر سے متعلقہ احکام کو حجاب کے ساتھ اور حجاب کے احکام کو ستر کے احکام کے ساتھ گڈ مڈ کر کے غلط ملط نتائج اخذ کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔ ہم پہلے اسی فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں ۔ اور اس سے بھی پہلے ستر اور عورت کے فرق کو ۔

ستر اور عورت :- کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں ، جن کا مفہوم ابتداً کچھ اور ہوتا ہے لیکن مابعد کے ادوار میں اس کے مفہوم میں تبدیلی آ جاتی ہے لفظ ستر اسی قبیل سے ہے ۔ اور بعض دفعہ کوئی ایک لفظ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو کر بالکل کسی الگ مفہوم میں استعمال ہوتا ہے ۔ چنانچہ لفظ "عورت" اسی قبیل سے ہے ۔

---

[1] پردہ ص ۱۰

ہمارے ہاں عورت کا لفظ مرد کی تانیث یا مادہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ عربی میں (جس زبان کا یہ لفظ ہے) اس کا مفہوم بالکل جداگانہ ہے۔ عربی زبان میں عورت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو کھلا رکھنا یا اس کا کھلا رہنا انسان کے لیے باعث ننگ و عار ہو اور انسان اسے چھپانا ضروری سمجھتا ہو (مفردات امام راغب) قرآن مجید میں ہے۔

او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء [۱]

یا پھر وہ (نابالغ) لڑکے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔
اس آیت میں عورت اور نساء کے دونوں لفظ اکٹھے آگئے ہیں۔ جو ان کے معانی کا فرق واضح کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ لفظ قرآن میں ایسے غیر محفوظ مکان کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جس کو محفوظ رکھنا ضروری ہو (۳۳/۱۳) اور اسی طرح پوشیدہ اوقات (۲۴/۵۸) کے لیے بھی۔

الستر (مصدر) کا بنیادی معنی "محض کسی چیز کو چھپانا" ہے۔ اور سِتر اور سُترۃ ہر اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس سے کوئی چیز چھپائی جائے" (مفردات) اور مقاماتِ ستر سے مراد انسانی جسم کے وہ حصے ہیں۔ جنہیں شریعت نے دوسرے انسانوں سے ہر حالت میں چھپانا واجب قرار دیا ہے۔ پھر صرف ستر کا لفظ بول کر اس سے "مقامات ستر" مراد لیا جانے لگا پھر ان مقاماتِ ستر کا چھپانا چونکہ واجب ہے لہٰذا عورت کا لفظ مقامات ستر کو چھپانے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

ان مقامات ستر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

مرد کے ستر کے حدود:- ارشاد نبوی ہے۔

عورۃ الرجل ما بین سرتہ الی رکبتہ [۲]

مرد کا ستر اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔

حضرت جرھد اسلمی جو اصحاب صفہ میں سے تھے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ران ننگی ہوگئی

---

۱ (۲۴/۳۱)

۲ (دار قطنی۔ بیہقی بحوالہ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۳۸۳

تو آپ نے مجھے فرمایا:

اما علمت ان الفخذ عورۃ [1]

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ران چھپانے کے قابل چیز ہے۔

اس حصۂ جسم کو بیوی کے سوا دوسروں کے سامنے ارادتاً کھولنا حرام ہے۔

عورت کے ستر کے حدود:۔ عورت کا پورے کا پورا جسم مردوں کے لیے ستر ہے ما سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے یعنی کوئی عورت اپنے چہرہ اور ہاتھوں کے اور جسم کے کسی بھی حصہ کو اپنے شوہر کے سوا دوسروں کے سامنے کھول نہیں سکتی خواہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن طفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا میں نے کہا یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اذا عرقت المراۃ لم یحل لها ان تظهر الا وجهها والا ما دون هذا وقبض على ذراع نفسه فترك بين قبضته وبين الكف مثل قبضته الاخرى [2]

جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے یہ کہہ کر آپ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔

ان احکام میں اتنی گنجائش ہے کہ عورت اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے کسی ضرورت کے تحت جسم کا اتنا حصہ کھول سکتی ہے جسے گھر کا کام کرتے ہوئے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یا فرش دھوتے وقت پائینچے اوپر چڑھا لینا یا آٹا گوندھتے وقت کف اوپر کر لینا وغیرہ۔

عورت کا عورت سے ستر:۔ عورت کے لیے عورت کے ستر کے حدود بھی وہی ہیں۔ جو مرد کے لیے مرد کے ستر کے ہیں۔ یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا درمیانی حصۂ جسم کا یہ حصہ کوئی عورت

---

[1] ترمذی ابواب الادب۔ باب ان الفخذ عورۃ

[2] ابن جریر بحوالہ پردہ ص ۲۸۵

بلاضرورت کسی عورت کے سامنے بھی نہیں کھول سکتی ہے دوسرے بدن کا ڈھانکنا اگرچہ ضروری ہے تاہم فرض نہیں ہے۔

ستر سے متعلق ارشادات نبوی

عن ابی سعید قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینظر الرّجل الی عورۃ الرجل، ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ، ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد [1]

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے۔ نیز کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹے، نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں لیٹے۔

پھر یہی نہیں کہ انسان کے لیے ایسے مقامات کو صرف دوسروں سے چھپانا ہی ضروری ہے بلکہ تنہائی میں بھی ان مقامات کو ننگا رکھنا ممنوع ہے۔
(ماسوائے غسل یا اضطراری امور کے) ارشاد نبوی ہے۔

ایّاکم والتعری فان منکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرّجل الی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم [2]

خبردار کبھی ننگے نہ رہو۔ تمہارے ساتھ کچھ ایسی ہستیاں ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتیں (یعنی کراماً کاتبین ماسوائے رفع حاجت اور اپنی بیوی کے مباشرت کے اوقات کے، لہٰذا ان سے شرم کرو۔ اور ان کا احترام ملحوظ رکھو۔

ایک دوسری روایت یوں ہے آپ نے فرمایا:

احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک فقال الرّجل

---

[1] رواہ مسلم (مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ۔ فصل اول)

[2] ترمذی ابواب الادب اسباب فی الاستتار عند الجماع)

یکون مع الرجل، قال ان استطعت ان لا یراھا احد فافعل قلت الرجل
یکون خالیا، قال فاللہ احق ان یستحیا منہ [1]

اپنے مقامات ستر کی نگہداشت رکھو، سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے۔ ایک شخص کہنے لگا۔ اگر کوئی شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہو (تو کیا کرے؟) آپ نے فرمایا۔ جہاں تک ہو سکے یہ کوشش کر کہ ستر کوئی نہ دیکھے۔ میں نے کہا۔ اگر کوئی شخص اکیلا تنہا) ہو تو؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

حتٰی کہ آپ نے کسی مردہ کے مقامات ستر کو دیکھنے سے بھی منع فرمایا۔ آپ کا ارشاد ہے:

لا تکشف فخذك ولا تنظر الی فخذ حيّ ولا میت [2]

اپنی ران نہ کھول، نہ ہی کسی زندہ یا مردہ کی ران کو دیکھو۔

حجاب:۔ حجاب دو چیزوں کے درمیان کسی ایسی حائل ہونے والی چیز کو کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دونوں چیزیں ایک دوسرے سے اوجھل ہو جائیں۔

ارشاد باری ہے۔

واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من ورآء حجاب [3]

اور جب تمہیں (نبی کی بیویوں سے) کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

اس آیت کو آیۂ حجاب کہتے ہیں۔ جس کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان گھرانوں میں بھی یہی طریقہ رائج ہو گیا۔ اس طرح کا حجاب کرنے سے باہر کے لوگ اندر کے لوگوں کو نہیں دیکھ سکتے تھے اور اندر کے لوگ باہر کے لوگوں کو۔

---

[1] (ترمذی۔ ابواب الادب۔ باب ماجاء فی حفظ العورۃ۔

[2] ابوداؤد۔ کتاب الحمام: باب النہی عن التعری،

[3] القرآن $\frac{۳۳}{۵۳}$

ستر و حجاب کا فرق: ۔ گویا حجاب ستر کے علاوہ اضافی چیز ہے جس کا تعلق غیر محرم یا اجنبی مردوں سے ہوتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ستر فی نفسہٖ ضروری ہے کوئی موجود ہو یا نہ ہو جبکہ حجاب فی نفسہ ضروری نہیں جب تک کہ کوئی دیکھنے والا غیر محرم موجود نہ ہو۔ ستر کو ڈھانپنے کا حکم مرد، عورت دونوں کو ہے لیکن حجاب کا حکم صرف عورت کو ہے۔

استثنائی صورتیں: ۔ بعض ضروریات کے تحت احکام حجاب سے رخصت ہے۔ مثلاً منگنی کے دوران مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اسی طرح قاضی کو گواہی دینے والی عورت کا چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔

پھر بعض اضطراری امور ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جہاں حجاب کے علاوہ ستر کی پابندیوں میں بھی رخصت ہے مثلاً طبی معائنہ یا علاج کے دوران عورت یا مرد کا کسی بھی حصہ جسم کو ڈاکٹر یا طبیب کے سامنے کھولنا۔ تفتیش جرم کے دوران متعلقہ افسر کا عورت یا مرد کے کسی بھی حصہ جسم کو دیکھنا۔ یا اتفاقی حادثات مثلاً چھت گرنے، آگ لگنے یا چوری ڈاکہ وغیرہ پڑنے کی صورت میں غیر مردوں کا امداد کے لیے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا (تفصیل آگے آئے گی)۔

پردہ کے احکام پر احوال و ظروف کی اثر اندازی

پردہ کے احکام پر۔ خواہ وہ ستر سے تعلق رکھتے ہوں یا حجاب سے۔ ماحول کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں۔ کہ عورت اور مرد کے درمیان فحاشی کے امکانات کسی ہیبت، مصیبت، حادثہ یا تکلیف کی وجہ سے ختم ہو جائیں تو پردہ کے احکام بھی ختم ہو جائیں گے......... اور جوں جوں یہ امکانات زیادہ ہوتے جائیں گے، اسی نسبت سے پردہ کے احکامات بھی شدت اختیار کرتے جائیں گے۔ اب احکام پردہ کی اس حکمت کے نقطہ نظر سے درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ **روز قیامت:** ۔ ہیبت، مصیبت اور سختی کے لحاظ سے قیامت کا دن سد ہوگا۔ لہٰذا وہاں پردہ اور اس کے احکام تو درکنار کسی کا لباس تک بھی نہ ہوگا۔ ح فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تحشرون حفاة عراة غرلا فقلت یا رسول اللہ! الرجال والنساء ینظرون بعضھم الی بعض فقال "الامر اشد من ان یھمھم ذاک"[1]

(قیامت کے دن، تم لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، اور بن ختنہ اکٹھے کئے جاؤ گے۔ تو میں نے (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا! وہ ایسا سخت معاملہ ہوگا کہ ان باتوں کا کسی کو خیال بھی نہ آئے گا۔

۳۔ دوران جنگ:۔ مندرجہ بالا حدیث میں تو قیامت کا ذکر تھا۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ سختی اور تنگی کا وقت لڑائی کا وقت ہوتا ہے جس میں ہر انسان موت سے کھیل رہا ہوتا ہے اور ہر ایک کی جان پر بنی ہوتی ہے لہذا ایسے مواقع پر حجاب کے احکام تو در کنار ستر کے احکام میں بھی نمایاں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ:

لما کان یوم احد انھزم الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ولقد رأیت عائشۃ بنت ابی بکر وام سلیم وانھما لمشمرتان اری خدم سوقھما تنقزان القرب وقال غیرہ تنقلان القرب علی متونھما ثم تفرغانہ فی افواہ القوم ثم ترجعان فتملأنھا ثم تجیئان فتفرغان فی افواہ القوم[2]

جس دن احد کی لڑائی ہوئی اور مسلمان شکست کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے اس دن میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیم کو دیکھا کہ وہ دونوں پنڈلیاں کھولے ہوئے جلدی جلدی پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پلا کر پھر لوٹ جاتی تھیں پھر اور

---

[1] بخاری۔ کتاب الرقاق باب الحشر

[2] بخاری کتاب الجہاد باب غزو النساء

مشکیں بھر کر لاتیں اور پلاتیں ۔ میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دیکھ رہا تھا ۔

اسی باب میں حضرت ام سلیط کے متعلق بھی ذکر ہے کہ وہ بھی جنگ میں یہی فریضہ سرانجام دے رہی تھیں ۔ نیز عورتیں بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور زخمیوں کو مدینہ واپس لے جانے میں مردوں کے ساتھ برابر کی شریک تھیں ۔[1]

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا واقعات زیادہ تر جنگ اُحد سے تعلق رکھتے ہیں ۔ جب کہ ابھی پردہ کے احکام نازل ہی نہیں ہوئے تھے ۔ یہ بات اپنی جگہ پہ درست ہے ۔ مگر سوال یہ ہے کہ عورتوں کی زخمیوں کی مرہم پٹی اسے تعلق رکھنے والی روایات صرف جنگ احد سے مختص نہیں ہیں جیساکہ اسی باب کی بعض دیگر روایات سے واضح ہے ۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ عورت ستر و حجاب کے تقاضوں کی پابند رہ کر جنگ کے دوران زخمیوں کی مرہم پٹی نہیں کرسکتی لہٰذا ان پابندیوں میں نرمی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ایسے ماحول میں جنسی خواہشات کے پیدا ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں ۔

اگر ایسے حالات میں بھی کوئی عورت اپنے حواس کو برقرار رکھ سکے اور پردہ کا اہتمام کرسکے تو یہ بہت اچھی بات ہے ۔ چنانچہ ابوداؤد ۔ کتاب الجہاد میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک خاتون ام خلاد کا لڑکا ایک جنگ میں شہید ہوگیا تھا ۔ وہ صورت حال کی دریافت کے لیے رسول اکرمؐ کے پاس آئیں تو نقاب اوڑھے ہوئے تھیں ۔ کسی نے حیرت سے کہا کہ اس وقت بھی تمہارے چہرے پر نقاب ہے ۔ بیٹے کی شہادت خبر سن کر تو ایک ماں کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور تم اطمینان کے ساتھ باپردہ آئی ہو؟ ام خلاد کہنے لگیں ۔

ان ارزأ ابنی فلن ارزأ حیائی [2]

میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے مگر حیا نہیں کھوئی ۔

۲۔ آفات ارضی و سماوی :۔ دوران جنگ کی شدت یا اس سے کم و بیش دہشت شدت

---

[1] مگر سفر حج میں اپنے خاوند یا کسی محرم کی معیت ضروری ہے ۔

[2] ابوداؤد ۔ کتاب الجہاد

وکلفت یعنی ارضی وسماوی آفتوں مثلاً زلزلہ سیلاب میں مکانات وغیرہ کا گر پڑنا۔ بجلی کا گرنا۔ کشتی کا غرق ہونا یا چوری اور ڈکیتی کے واقعات میں بھی پائی جاتی ہے۔ جب شہوانی خواہشات کے بیدار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے اوقات میں ستر وحجاب کے احکام کی بجاآوری کی تکلیف نہیں دی گئی۔ اگر چند جاں نثار کسی آتش زدہ مکان سے سامان اور انسانی جانوں کو نکالنے میں مصروف ہوں۔ پھر اگر وہ کسی عورت کو دیکھ بھی لیں اور عورتیں انہیں دیکھ لیں تو ایسے وقتوں میں شہوانی ہیجانات کی بیداری کا کوئی امکان ہوتا ہے؟ ایسے حالات میں اجازت حاصل کرنے کی بھی پابندی نہیں رہی۔

۴۔ **دوران احرام**:۔ احرام کے دوران حجاب کے احکام اٹھا دیے گئے ہیں۔ لیکن ستر کے احکام کی پابندی بہرحال لازمی ہے۔ حج کا تمام تر زمانہ سفر اور صعوبت میں گزرتا ہے۔ اور احرام کا زمانہ تو فقیرانہ زندگی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اور ہر وقت خدا کی یاد دل میں رہتی ہے۔ ایسی حالت میں حاجی اپنی عورت تک سے مباشرت نہیں کر سکتا۔ اور مباشرت تو دور کی بات ہے۔ وہ مباشرت سے پہلے کی چھیڑ چھاڑ، خواہ یہ زبانی کلامی ہو یا عمل سے تعلق رکھتی ہو (یہی رفث کا صحیح مفہوم ہے) بھی نہیں کر سکتا۔

ارشاد باری ہے کہ:

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج [1]

حج کے دوران نہ رفث کی اجازت ہے نہ فرمانی یا برے کام کرے اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرے۔

حج کا زمانہ دہشت کا اور بے چینی کا زمانہ نہیں۔ بلکہ اسے امن کا زمانہ ہی کہنا چاہیئے۔ تاہم اس میں جو پاکیزہ ماحول پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

نیز ان مناسک کی بجاآوری کا لحاظ رکھتے ہوئے جو دوران حج ضروری ہیں۔ عورتوں پر سے حجاب کے احکام میں رخصت دی گئی ہے احرام کے دوران عورتیں اپنا چہرہ ڈھانپ نہیں سکتیں نہ

---

[1] (۲:۱۹۷)

دستانے پہن سکتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں۔ کہ اگر وہ کسی وقت حجاب یعنی چہرہ کو غیر مردوں سے چھپانے کی ضرورت محسوس کریں اور آسانی سے یہ کام کر بھی سکتی ہوں تو بھی نہ کریں جیسے دستی پنکھا سے منہ چھپا لینا یا چادر کا پلو منہ کے آگے کر لینا وغیرہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

كان الركبان يمرون بنا ونحن محرمات مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا حاذوا سدلت احدانا جلبابها من رأسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه [1]

حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ بحالت احرام مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب مسافر ہمارے پاس سے گزرنے لگتے تو ہم عورتیں اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتی تھیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم منہ کھول لیتی تھیں۔

اسی طرح عورت نماز کی حالت میں بھی حجاب کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ خواہ وہ نماز گھر میں اکیلی ادا کر رہی ہو یا باجماعت یا مسجد میں جا کر نماز باجماعت میں شریک ہو۔

<u>معاشرتی مجبوریاں</u>:۔ اس کی مثال یہ ہے کہ لونڈیوں اور کنیزوں کو حجاب کی پابندیوں کے سلسلہ میں رخصت دی گئی ہے۔ کیونکہ:۔

(۱) انہیں گھریلوں کام کاج کی وجہ سے نہ تو زینت و آرائش کی فرصت ہی ملتی ہے اور نہ مالک یہ گوارا کرتا ہے کہ وہ لونڈیوں پر ایسے زائد اخراجات کو برداشت کرے۔ انہیں بسا اوقات میلے کچیلے لباس میں ہی ——— کام کاج کرنا پڑتے ہیں۔

(۲) انہیں کام کاج کے سلسلہ میں اکثر بازار بھی جانا پڑتا ہے۔ اور ہر وقت جلباب یا برقع اوڑھ کر جانا ان کے لیے ایک تکلیف دہ امر ہے۔

اس بنا پر، قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایسا دیہاتی ماحول جس میں ایک غریب کاشتکار کو سارا دن کھیت پہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کی معاشی اور معاشرتی ضروریات بعض اوقات اس بات کی مقتضی ہوتی ہیں کہ اس کی بیوی اسے دوپہر کا کھانا (   ) کھیت پر پہنچائے۔ ادھر بیوی

---

[1] (ابوداؤد۔ کتاب المناسک باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا)

کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ دوپہر کی گرمی میں سر پہ کھانا اٹھائے اور بغل میں بچہ سنبھالے اسے کھیت پر جانا پڑتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کے لیے حجاب کی پابندیاں نبھاہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اندریں صورت ایسی عورتیں بھی حجاب کی رخصت سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

رہا زینت و آرائش اور تبرج کا مسئلہ تو وہ ایسی صورتوں میں ویسے ہی محال ہوتا ہے۔

۶۔ نارمل حالات:۔ ستر اور حجاب کے احکامات کا صحیح اور پورا پورا اطلاق حالت امن یا نارمل حالات میں ہوتا ہے۔ یہ صورت حال چونکہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں غیر مرد اور غیر عورت کا میل جول، فحاشی کے تمام محرکات کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ لہٰذا اس حالت میں ستر اور حجاب کے تمام تر احکامات کی پابندی لازمی ہے۔ اور پردہ کے تمام تر احکام اصول طور پر اسی حالت سے متعلق ہیں۔

ایک دفعہ حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہؓ (ازواج مطہرات) آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں حضرت ابنِ ام مکتوم آگئے۔ آپ نے دونوں بیویوں سے فرمایا: احتجبا منه یعنی اس سے پردہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ الیس اعمٰی لا یبصرنا ولا یعرفنا (کیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے آپ نے فرمایا۔

افعمیاوان انتما، الستما تبصرانه [1]

کیا تم دونوں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں۔

حضرت ام سلمہ نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب پردہ کا حکم آچکا تھا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت مؤطا میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک نابینا آیا تو انہوں نے اس سے پردہ کیا۔ کہا گیا کہ آپ اس سے پردہ کیوں کرتی ہیں؟ حضرت عائشہ کہنے لگیں۔

---

[1] (ترمذی ابواب الاستیذان، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال،

ولکنی انظر الیہ۔

یعنی اگر وہ اندھا ہے تو میں اسے دیکھ سکتی ہوں (موطا امام مالک)

ان دونوں روایات سے ایک واضح حکم سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مرد یا عورت میں سے کوئی ایک فریق اندھا بھی ہو تو بھی دوسرے بینا فریق کو اس سے پردہ کرنا ضروری ہے ممکن ہے کہ اس اندھے کے چہرہ کی رنگت یا نقوش اور تناسب اعضا میں کوئی ایسی دلکشی ہو جو صنفی میلان کا سبب بن جائے۔

۷۔ ثقافت وتمدن کے اڈے:۔ فحاشی کے اصل مراکز دراصل یہی مقامات ہیں مثلاً کلب گھر، ڈانسنگ ہال، مخلوط تعلیم کے کالج اور یونیورسٹیاں سینما گھر وغیرہ ایسے مقامات پر فحاشی کے تمام تر محرکات کو بروئے کار لاکر انہیں ثقافت وتمدن کے مراکز سمجھا جاتا ہے۔ گویا موجودہ تہذیب تمدن بالکل وہی چیز ہے جسے قرآن کریم نے جاھلیۃ الاولی کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ ایسے مقامات پر مسلمان جسے کچھ بھی اللہ اور اس کے احکامات کا پاس ہو شامل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک مسلمان کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ ایسی تہذیب و تمدن کے خلاف حتی الوسع بھرپور جہاد کرے۔ ان تمام تر تشریحات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ماحول جس قدر دہشت اور شدت کا ہوگا احکامات پردہ اتنے ہی از خود ڈھیلے پڑتے جاتے ہیں۔ اور جوں جوں حالت امن اور شہوت کے محرکات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پردہ کے احکامات میں پوری پابندی اور شدت اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر آپ پردہ کے احکام کی اس حکمت یعنی فحش سے اجتناب کو ملحوظ رکھیں گے تو پردہ کے بعض احکامات سے پیدا ہونے والی الجھنیں از خود ختم ہوتی جائیں گی۔

۳۔ حکم غضِ بصر اور عورت

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہ کو اندھے سے پردہ کا حکم دیا تھا۔ اب اس کا دوسرا پہلو ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہ اور حبشیوں کے کرتب:۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ "عید کا دن تھا۔ حبشی لوگ اپنے سپر اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے رسول اللہؐ سے کہا یا رسول اللہ نے خود ہی فرمایا۔ کیا تو تماشا دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ نے

مجھے اپنے، پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا گال آپ کی گال پر تھا اور آپ حبشیوں سے فرمایا رہے تھے دونکم بنی ارفدہ کھیل جاری رکھو یہاں تک کہ میں یہ کھیل دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی۔ آپ نے پوچھا۔ بس میں نے کہا۔ جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا اچھا چلی جاؤ۔ [1]

اس حدیث اور پہلی حدیث میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تو خود حضور اکرم اندھے سے پردہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور حضرت عائشہ اندھے سے بھی پردہ کرتی ہیں۔ دوسری طرف یہی حضرت عائشہ رض حبشیوں کو دیکھتی ہیں اور دکھلانے والے خود رسول اللہ ؐ ہیں۔ اب اس ماحول اور ظروف و احوال کو سامنے رکھیے کہ:

۱۔ یہ کھیل فنونِ سپہ گری سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی ترغیب آپ مسلمانوں کو اکثر دلاتے رہتے تھے۔ اور یہ جملہ مسلمانوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ:

یاایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال۔ گویا حضرت عائشہ اور اسی طرح دوسرے دیکھنے والوں کی اصل توجہ فنون جنگ کے کرتب دیکھنے کی تھی۔ نہ کہ حبشیوں کی طرف۔ تو جس طرح جنگ کے میدان میں مرہم پٹی۔ پانی پلانے یا ایسے ہی بعض دوسرے کاموں کی اجازت ہے۔ اسی طرح فنون حرب و ضرب کو دیکھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۲) حبشی بیچارے کالے رنگ کے اور موٹے ہونٹوں والے ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھنے سے شہوانی ہیجان پیدا ہونا تو درکنار، اگر پہلے سے موجود ہو تو وہ بھی کافور ہو جاتا ہے۔

گویا احوال و ظروف کی تبدیلی سے حکم حجاب میں بھی رخصت پیدا ہوگئی۔

عورت کے لیے رعایت کا پہلو | علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیئے۔ کہ اگرچہ غض بصر کا حکم عورتوں اور مردوں کے لیے ایک جیسا ہے۔ تاہم عورتوں کے لیے اس سلسلہ میں رعایت برتی گئی ہے۔ چہرہ چھپانے کا حکم عورتوں کو ہے مردوں کو نہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ غض بصر کا حکم بجالانے اور چہرہ چھپانے کے باوجود بھی بعض اوقات عورتوں کی نظر غیر مردوں

---

[1] (بخاری۔ کتاب الجہاد باب الحراب

پر پڑ سکتی ہے لیکن مرد نقاب کی حالت میں عورت کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتے اس رعایت کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی نظر غیر مرد پر پڑنا اتنا خطرناک نہیں جتنا مرد کی نظر عورت پر پڑنا خطرناک ہے۔ کیونکہ۔

(۱) عورت اپنی زندگی کے بہت سے لمحات میں طبعی طور پر ایسے کاموں سے نفور ہوتی ہے۔ مثلاً دورانِ حمل، حیض ونفاس وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ مرد ان چیزوں سے آزاد ہوتا ہے۔

(۲) شرم وحیا کا مادہ عورت میں مرد سے زیادہ ہوتا ہے۔ وہ طبعی طور پر فحاشی کے کاموں میں پیش قدمی کو اپنے لیے باعث ہتک سمجھتی ہے۔

(۳) اس کی خلقت وفطرت انفعالی ہے۔ اگر وہ چاہے بھی تو فحاشی کے کام میں پیش قدمی کرنے کی اس میں اہلیت ہی نہیں ہوتی۔ زنا بالجبر کی تمام واردواتیں مردوں کی طرف سے ہی ہوتی ہیں۔

یہیں سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ نے فاطمہ بنت قیس کو اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا کے ہاں عدت گزارنے کے لیے کیوں ارشاد فرمایا تھا۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے۔ کہ اگر غض بصر کے احکام میں عورتوں کے لیے رعایت ہے تو رسول اللہ نے اُم سلمہ اور حضرت میمونہ کو ابن اُم مکتوم نابینا سے پردہ کا حکم کیوں دیا؟ تو ہمارے خیال میں اس کی وجہ ازواج مطہرات کی جلالت شان ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے لستن کاحد من النساء لہٰذا رخصت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے عزیمت کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ انہیں تمام مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ بن کر دکھلانا مقصود تھا۔

احکام ستر وحجاب کی ترتیب نزولی

احکام ستر وحجاب کا ذکر ہمیں دو سورتوں سورہ احزاب اور سورۂ نور میں ملتا ہے۔ سورہ احزاب کا زمانہ نزول اواخر ۵ھ ہے اور سورۂ نور کا زمانۂ نزول اواخر ۶ھ ہے ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۃ احزاب کا نمبر ۹۰ ہے اور سورۂ نور کا ۱۰۲۔ ہم اسی نزولی ترتیب سے ان احکام کا ذکر کریں گے۔

احکام سورۂ احزاب

جنگ احزاب سے بیشتر تک عام معاشرہ کا یہ حال تھا۔ کہ مسلمان عورتیں اپنی پوری زینت اور آرائش کے ساتھ بے حجاب پھرتی تھیں۔ مسلم گھرانوں میں غیر مردوں کے داخلہ پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی۔ ازواج مطہرات بھی اسی طرح گھروں سے باہر جایا کرتی تھیں جیسے دوسری عورتیں۔ یہ صورت حال حضرت عمرؓ پر بڑی شاق گزرتی تھی۔ چنانچہ اس صورتِ حال سے متعلق حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ: ۔ کان عمر بن الخطاب[1] یقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احجب نساءك قالت ولم یفعل وکان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرجن لیلا الی لیل قبل المناصع خرجت سودۃ بنت زمعۃ وکانت امراۃ طویلۃ فراھا عمر بن الخطاب وھو فی المجلس فقال عرفتك یا سودۃ حرصا ان ینزل الحجاب قالت! فانزل اللہ عزّوجلّ آیۃ الحجاب[2]

حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں رکھئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا (کیونکہ پردہ کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا) آپ کی بیویاں اکثر راتوں کو باہر نکلا کرتیں اور مناصع کی طرف (رفع حاجت کے لیے) جاتیں ایک رات حضرت سودہ (بنت زمعہ) جو قد کی لمبی تھیں نکلیں تو حضرت عمرؓ لوگوں میں بیٹھے بیٹھے ہی کہنے لگے "سودہ! ہم نے تجھے پہچان لیا" حضرت عمرؓ نے اس توقع پر یہ بات کی کہ کسی طرح جلد پردہ کا حکم نازل ہو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ "پھر اللہ تعالیٰ نے آیۃ حجاب (پردہ کے حکم والی آیت) نازل فرمائی"

---

[1] ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے کہا کہ "اگر آپ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۲۱) حضرت عمرؓ کی یہ خواہش بھی تھی کہ عورتوں کو گھر سے مطلقاً باہر جانے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے۔ لیکن وحی الٰہی نے اس کی تائید نہیں کی۔ اور عند الضرورت انہیں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔ (بخاری - حوالہ ایضاً)

[2] (بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب آیت الحجاب) کتاب التفسیر۔ باب لا تدخلوا بیوت النبی)

چنانچہ اس بے پردگی کی اصلاح کا آغاز رسول اللہ کے گھرانہ سے ہی کیا گیا اور اس سلسلہ میں پہلی بار جو آیات نازل ہوئی وہ یہ ہے:۔

آیت نمبر ۳۲ ۳۳

ینسآء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض و قلن قولا معروفا۔ وقرن فی بیوتکن فلا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی۔ لہ

اسے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو نرم لہجہ میں بات نہ کیا کرو۔ ایسا کرنے سے دل کی خرابی میں مبتلا شخص خواہ مخواہ کوئی غلط امید لگا بیٹھے گا۔ لہٰذا اس سے عام دستور کے مطابق بات کیا کرو۔

اور اپنے گھروں میں وقار سے ٹھہری رہو۔ اور سابقہ دور جاہلیت کی طرح اپنی زینت و آرائش نہ دکھاتی پھرو۔

ان آیات سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:۔

(۱)۔ ان آیات کے نزول سے پہلے بے حجابی اور بے حیائی کا دور دورہ عام تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس اصلاح کا آغاز نبی کے گھرانوں سے کیا ہے۔ اس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امت مسلمہ کے لیے اسوہ حسنہ بنا کر پیش کرنا تھا لہٰذا ضروری تھا کہ اصلاح نبی کے گھرانوں سے ہو۔ اور دوسرے یہ کہ جب کبھی اصلاح کی ضرورت پیش آئے تو اس کا آغاز اگر کسی بڑے گھرانہ سے ہو گا تو تب ہی موثر ہو گا ورنہ نہیں۔

(۳) اس عام بے حیائی کی روک تام کے لیے سب سے پہلی پابندی عورت کی آواز پر لگائی گئی ہے کہ وہ لوچ دار، شیریں اور نرم گوشہ لیے ہوئے نہ ہونی چاہیئے۔ ایسی لوچدار اور شیریں آواز بذاتِ خود دل کا روگ ہے۔ پھر جس مخاطب کے دل میں پہلے سے اس قسم کا روگ ہو وہ صرف اسی بات سے کئی غلط قسم کے خیالات و تصورات دل میں جمانا شروع کر دے گا۔

(۴) عورت کا اصل جائے مستقر اس کا گھر ہے۔ یہی اس کا دائرہ عمل ہے۔ یہاں سے وہ کسی

لہ القرآن : احزاب ۳۲ ۳۳۔

خاص ضرورت کے تحت نکل کر باہر جا سکتی ہے یعنی تفریح طبع اور گھومنے پھرنے کے لیے اسے گھر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

(۵) نمائش حسن و جمال اسلام سے پہلے کی جاہلیت کا دستور ہے۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جاہلیۃ اولیٰ سے مراد غیر شرعی امور ہیں جو اسلام کے آنے سے پیشتر عرب وغیر عرب ہر جگہ وبا کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ تبرج[1] بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ گویا معاشرہ میں پھیلی ہوئی عام بے حیائی کے سدباب کے لیے پہلی بار جو احکام نازل ہوئے مندرجہ ذیل تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

۱۔ آواز پر پابندی عورت کی آواز غیر مرد نہ سننے پائیں۔ اور اگر ایسی ضرورت پیش آجائے جیسا کہ بعض دفعہ صحابہ کرام حضرت عائشہؓ سے مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے — تو عورت کو چاہیئے مرد کے لیکن مہذب لہجہ میں بات کرے۔ اس کی آواز میں نرمی، لوچ، بانکپن اور شیرینی نہ ہونی چاہیئے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ عورت اذان نہیں کہہ سکتی اور نماز با جماعت کے دوران امام غلطی کر جائے تو نہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے۔ اور نہ ہی لقمہ دے سکتی ہے۔ بلکہ اس کے لیے تصفیق کا حکم ہے یعنی اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنے سے متنبہ کرے۔

۲۔ عورت کا اصل مستقر یہ وضاحت کر دی گئی کہ عورت کا اصل مستقر اس کا گھر ہے۔ اسے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت گھر میں رہ کر گھر کے کام کاج اور بچوں کی تربیت پر صرف کرنا چاہیئے رہے باہر کے کام کاج تو وہ مردوں کے ذمہ ہیں۔

۳۔ نمائش حسن و جمال کا امتناع پھر اگر کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلنا ہی پڑے۔ تو وہ جا سکتی ہیں۔ مگر اس کا مقصد صرف اس ضرورت کی تکمیل ہو۔ نمائش آرائش اور حسن جمال

---

[1] تبرج میں پانچ چیزیں شامل ہیں (۱) اپنے جسم کے محاسن کی نمائش (۲) زیورات کی نمائش اور جھنکار (۳) پہنے ہوئے کپڑوں کی نمائش (۴) رفتار میں بانکپن اور ناز و ادا (۵) خوشبویات کا استعمال جو غیروں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ ان سب چیزوں کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی

سے غیر مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا کسی صورت گوارا نہیں۔

عورتوں کی ضروریات

عورتوں کی وہ ضروریات جن کی بنا پر وہ گھر سے نکل سکتی ہیں ۔ یہ ہیں ۔ فریضۂ حج کی ادائیگی نماز کے لیے مسجد یا عید گاہ میں جانا ۔ اپنے اقارب سے ملاقات اور ان کی تقاریب شادی وغیرہ میں شامل ہونا ۔ مثلاً عیادت مریض ۔ تعزیت موتیٰ یا نکاح وغیرہ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ ۔

حج | حج کی فریضہ کی ادائیگی کے لیے بھی عورت اکیلی سفر نہیں کر سکتی ۔ جب تک کہ اس کا خاوند یا کوئی محرم ساتھ نہ ہو ۔ ارشاد نبوی ہے ۔

عن ابن عباس قال . . . فقام رجل فقال یارسول اللہ امراتی خرجت حاجۃ واکتتبت فی غزوۃ کذا وکذا فقال ارجع فحج مع امراتک [1]

ابن عباس کہتے ہیں کہ " پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا " یارسول اللہ ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا :

تو لوٹ جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر ۔

اب دیکھیے رسول اللہ نے جہاد جیسے اہم فریضہ دینے سے اس آدمی کو رخصت دے دی ۔ مگر یہ گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عورت اکیلی حج پر چلی جائے ۔

عام سفر | یہی صورت عام سفر کی بھی ہے ۔ گویا عورت کا اکیلے سفر کرنا ۔ خواہ وہ کسی بھی ضرورت کے لیے ہو ۔ حرام ہے ۔ ارشاد نبوی ہے ۔

لا تسافر المرأۃ مسیرۃ یوم ولیلۃ الا ومعہا ذو محرم [2]

کوئی عورت ایک دن رات کی مسافت کا سفر نہ کرے ۔ اِلّا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی

---

[1] بخاری ۔ کتاب النکاح ۔ باب لا یخلون رجل . . . .

[2] ترمذی ۔ ابواب الرضاع ، باب کراہیۃ ان تسافر امرأۃ وحدھا ۔

محرم ہو۔
نیز آپ نے فرمایا:
المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان [1]

جب عورت (گھر سے) نکلتی ہے۔ تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی اپنا آلہ کار بناتا ہے)۔

نماز عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں جانے کا حکم نہیں بلکہ اجازت ہے۔ اور اجازت بھی عدم ممانعت کی صورت میں ہے یعنی عورت اپنے خاوند کی اجازت سے ہی مسجد میں جا سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

ارشاد نبوی ہے۔
لا تمنعوا نساء کم حظوظهن عن المساجد اذا استاذنکم [2]

اگر تمہاری بیویاں تم سے مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں نہ روکو۔
امام مسلمؒ نے باب کے عنوان میں یہ وضاحت بھی کر دی کہ یہ اجازت بھی اس صورت میں ہوگی جب کہ کسی فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ (اپنی زندگی کے آخری ایام میں) فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ موجودہ صورت حال دیکھتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا [3]
غور فرمائیے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز باجماعت کا ثواب ہزار نماز کے ثواب کے برابر ہے اور امام خود رسول اللہ ہیں جو امام الانبیاء ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود جب ام حمید ساعدیہؓ نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری پسند خاطر یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کروں تو آپ نے فرمایا۔
تیرے گھر کی کوٹھڑی میں تیری نماز تیرے گھر کے دالان سے افضل ہے۔ اور دالان میں نماز صحن کی نماز سے افضل ہے۔ صحن کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے افضل ہے اور

---

[1] (ترمذی - ابواب الرضاع - باب کراهیة دخول علی المغیبات)

[2] (مسلم - کتاب الصلوٰة - باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة)

[3] بخاری کتاب الصلوٰة باب خروج النساء

محلہ کی مسجد میں نماز جامع مسجد کی نماز سے افضل ہے[1]"

اور حضرت ام سلمہ کی روایت میں رسول اللہؐ کے الفاظ یہ ہیں: (خیر مساجد النساء قعر بیوتھن) یعنی عورتوں کے لیے بہترین مساجد ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں[2]

پھر اس طرح مسجد میں جانے پر بھی سنت نبوی نے کئی طرح کی پابندیاں عائد کر دی ہیں مثلاً۔

(۱) وہ صرف اندھیرے کی نمازوں (یعنی عشاء اور فجر) میں شامل ہو سکتی ہے۔ ماسوائے جمعہ اور عیدین کے[3]

(۲) جس رات عورت مسجد میں جانا چاہئے تو خوشبو نہیں لگا سکتی[4]

(۳) مردوں کے لیے بہتر صف پہلی ہے اور بری سب سے آخری صف اور عورتوں کے لیے پہلی صف سب سے بری ہے اور آخری صف بہتر ہے[5] لہٰذا وہ اس بات کا بھی خیال رکھے۔

(۴) اسے چاہیئے کہ رکوع و سجود سے سر مردوں کے بعد اٹھائے (مسلم حوالہ ایضاً)

(۵) نماز باجماعت سے فراغت کے بعد فوراً مردوں سے پہلے مسجد سے نکل جائے[6]

(۶) اگر واپسی پر ہجوم ہو اور مرد و عورت مل جائیں تو عورتیں راستہ کے کناروں پر چلیں[7]

(۷) عیدین چونکہ کھلے میدان میں پڑھی جاتی ہے۔ وہاں عورتیں بالکل الگ مقام پر جمع ہوتی تھیں[8]

---

[1] احمد طبرانی)

[2] (احمد طبرانی)

[3] (بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس

[4] (بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ: باب خروج النساء)

[5] مسلم: کتاب الصلوٰۃ باب امر النساء

[6] مسلم بخاری ایضاً)

[7] ابوداؤد، کتاب الادب۔

[8] مسلم، کتاب الصلوٰۃ۔

آیت نمبر ۵۳ یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم . . . . واذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من ورآء حجاب [1]

اسے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو . . . . . . اور اگر تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔

۴۔ نبی کے گھروں میں عام داخلہ پر پابندی درج بالا آیت کو آیۃ حجاب کہتے ہیں۔ اس حکم کا آغاز رسول اللہ کے گھرانوں سے پڑا ہے۔ آپ کے گھروں میں جو طرح طرح کے لوگ آتے تھے، انہیں تنبیہ کر دی گئی ہے کہ وہ اجازت حاصل کیے بغیر رسول اللہ کے گھروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔

۵۔ حجاب کا آغاز اس آیت میں مسلمانوں کو دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر انہیں نبی کی بیویوں سے کچھ کام ہو۔ ضرورت کی کوئی چیز لینا ہو یا کوئی بات پوچھنی ہو تو "حجاب" سے باہر کھڑے ہو کر مانگیں یا پوچھیں۔ اس حکم کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لیے۔ (بموجب حکم آیت ۲۷، سورہ نور)

آیت نمبر ۵۹ یا ایھا النبی قل لازواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذٰلك ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین [2]

اے نبی! اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے چہروں پر اپنی چادریں لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہو گا۔ تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔

۶۔ چہرہ کا پردہ اس آیت میں نبی کے گھرانوں کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی چہرہ

---

[1] ۳۳ ــــ ۵۳۔

[2] ۵۵ ــــ ۵۴۔

کے پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض حضرات جو چہرہ کو پردہ کے حکم سے مستثنیٰ قرار دینا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ:

یدنین علیھن من جلا بیبھن کا مطلب چادر لٹکا کر گھونگھٹ نکالنا نہیں بلکہ اس سے مراد چادر کو اپنے جسم کے اردگرد اچھی طرح لپیٹنا ہے۔ اس توجیہ کی اصل وجہ جو کچھ ہے وہ تو سب کو معلوم ہے۔ ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ توجیہ لغت، عقل، اور نقل سب کے خلاف ہے۔ وہ یوں کہ:۔

۱۔ لغوی لحاظ سے دنیٰ یدنی کا معنی قریب ہونا بھی ہے اور جھکنا اور لٹکنا بھی۔ قرآن میں ہے

وجنا الجنتین دان۔ [۱]

اور ان دونوں باغوں کے پھل جھک رہے ہیں یا لٹک رہے ہیں۔

اور ادنیٰ بمعنی قریب کرنا۔ جھکانا اور لٹکانا ہوا۔ اور ادنی الستر بمعنی پردہ لٹکانا (منجد) ہے اب اگر " ادنی الیھن من جلابیبھن " کے الفاظ ہوتے تو ان میں ان معانی کی گنجائش تھی جو یہ حضرات چاہتے ہیں۔ یعنی اپنی چادروں کو اپنے جسموں کی طرف قریب کرلیں یا بُکل مار لیں لیکن قرآن کے الفاظ ہیں: یدنین علیھن من جلا بیبھن۔ جس کا معنی لامحالہ کسی چیز کو لٹکانا ہی ہوسکتا ہے ادنیٰ کے ساتھ علیٰ کا صلہ اس میں ارخاء یعنی اوپر سے لٹکانے کے معنوں میں مخصوص کرلیتا ہے۔ اور جب لٹکانا یا نیچے کرنا معنیٰ ہو تو اس کا مطلب چہرہ کا گھونگھٹ نکالنا ہی ہوگا۔

۲۔ عقلی لحاظ سے یہ توجیہ اس لیے غلط ہے۔ کہ عورت کا چہرہ ہی وہ چیز ہے جو مرد کے لیے عورت کے تمام بدن سے زیادہ پرکشش ہوتا ہے۔ اگر چہرہ کو ہی حجاب سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تو پھر حجاب کے دوسرے احکام کا فائدہ کیا ہے؟ فرض کیجئے کہ آپ اپنی شادی سے بیشتر اپنی ہونے والی بیوی کی شکل وصورت دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب اگر آپ کو اس لڑکی کا چہرہ نہ دکھایا جائے اور باقی تمام بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ دکھلا دیئے جائیں کیا آپ مطمئن ہو جائیں گے؟

---

[۱] ۵۵ —— ۵۴۔

اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس لڑکی کا آپ کو صرف چہرہ دکھلا دیا جائے اور باقی بدن نہ دکھایا جائے۔ اس صورت میں آپ پھر بھی بہت حد تک مطمئن نظر آئیں گے۔ پھر جب یہ چیزیں روزمرہ تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہی ہیں۔ تو پھر آخر چہرہ کو حجاب سے کیونکر خارج کیا جا سکتا ہے؟

۳۔ اور نقلی لحاظ سے بھی یہ توجیہ غلط ہے۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت عائشہ کا واقعۂ افک سے متعلق اپنا بیان یہاں نقل کرتے ہیں۔ جو بخاری میں مذکور ہے۔ یاد رہے سورہ احزاب جنگ احزاب (شوال یا ذیقعد ۵ھ) کے بعد نازل ہوئی تھی اور واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق (شوال ۶ھ) میں پیش آیا اور سورہ نور اس کے بعد نازل ہوئی۔

"خیر میں اسی جگہ بیٹھی رہی اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں ایک شخص صفوان بن معطّل سلمی اس مقام پر آیا اور دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم اترنے سے پہلے اس نے مجھ کو دیکھا تھا۔ اس نے مجھ کو پہچان کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی۔ فخمرت وجھی بجلبابی۔ تو میں نے اپنا چہرہ اپنی چادر سے ڈھانپ لیا۔"

اب بتلائیے کہ اگر یدنین علیھن من جلابیبھن سے چہرہ خارج ہے تو کیا (معاذ اللہ) حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ نے اس کا مطلب غلط سمجھا تھا؟

ضمناً اس آیت سے مندرجہ ذیل باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۱۔ رسول اللہ کی بیٹی صرف ایک (فاطمۃ الزہراؓ) ہی نہیں تھی بلکہ ان کی تعداد تین یا تین سے زیادہ تھی۔ اور حقیقتاً یہ تعداد چار ہے۔

۲۔ حجاب کے احکام کا اطلاق صرف نبی کی بیویوں اور بیٹیوں پر ہی نہیں۔ بلکہ یہ خطاب تمام مسلمان عورتوں سے ہے۔ خواہ وہ "فضلیات النساء" میں شمار ہوں یا نہ ہوں۔

۳۔ مسلمان لونڈیاں یا کنیزیں بھی نساء المومنین میں شامل ہیں۔ انہیں حجاب کے احکام میں

رخصت ضرور ہے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ اگر وہ بھی یہ احکام بجالاسکیں تو ضرور لائیں۔
یہاں تک تو ستر و حجاب کے وہ احکام تھے جو جنگ احزاب کے بعد سورہ احزاب میں اواخر ۵ھ تک نازل ہوئے۔ بعد ازاں جو واقعہ افک ر ۶ھ کے بعد سورہ نور میں نازل ہوئے۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

احکام سورۂ نور

آیت ۱۹ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة [1]

جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی کی باتیں پھیلیں ان کے لیے دنیا و آخرت دونوں جگہ دکھ دینے والا عذاب ہے۔

۷۔ فحاشی کی اشاعت پر پابندی

فحاشی کی اشاعت کی بہت سی صورتیں ہیں۔ پہلی اور سب سے اہم صورت تو وہی ہے جس کا اس سورت میں ذکر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت کو اتہام لگا دے۔ تو دوسرے لوگ بلا تحقیق اس بات کو آگے دوسروں سے بیان کرنا شروع کر دیں
دوسری صورت یہ ہے کہ زنا (جسے قرآن نے فاحشة مبینة کہا ہے) کے علاوہ شہوت رانی کی دوسری صورتیں اختیار کی جائیں۔ مردوں کی مردوں سے لواطت جس کی وجہ سے قوم لوط پر پتھروں کا عذاب آیا تھا لوطی کی سزا قتل ہے تیسری صورت یہ ہے کہ مرد حیوانات سے یہ غرض پوری کریں۔ اس کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا:

من وجد تموہ وقع علی بھیمة فاقتلوہ واقتلوا البھیمة [2]

اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص کسی حیوان پر جا پڑا ہے تو اس کو بھی اور اس حیوان کو بھی مار ڈالو۔
چوتھی صورت یہ ہے کہ عورتیں عورتوں سے ہمبستری کریں۔
شریعت نے عورت کے لیے بھی عورت کے ستر کے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ یعنی کوئی عورت

---

[1] ۲۴-۱۹-

[2] ترمذی۔ ابواب الحدود۔ باب " من یقع علی البھیمة "

کسی عورت کے سامنے بھی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصّہ کسی صورت نہیں کھول سکتی۔ اور ہمارے ہاں بعض مقامات پر جو یہ رواج ہے کہ عورتیں ننگے بدن ایک ساتھ نہالیتی ہیں یہ بالکل خلاف شرع ہے۔ اور عورتوں کا ننگے بدن ایک دوسرے سے چمٹنا تو اور بھی بُری بات ہے۔ اس چیز سے رسول اللہ نے سختی سے منع فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تباشرا لمرأۃ المرأۃ لہ

کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ نہ چمٹے۔

اس حدیث کے الفاظ سے چپٹی لگانا بھی مراد لیا جا سکتی ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں مجامعت کے لیے مباشرت کا لفظ بھی عام استعمال ہوتا ہے۔

پانچویں صورت یہ ہے۔ کہ عورت حیوانات سے اپنی خواہش پوری کرے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے۔

چھٹی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دوستوں سے اپنی بیوی سے ہم بستری کی باتیں دلچسپی لے کر بیان کرے۔ یا ایسے ہی کوئی عورت اپنی سہیلیوں سے ایسے تذکرے کرے۔ یا کوئی عورت ننگے بدن دوسری ننگی عورت سے چمٹے پھر اس بات کا تذکرہ اپنے خاوند سے بیان کرے اور اس عورت کے مقامات ستر سے اسے آگاہ کرے تاکہ اس کے شہوانی جذبات بیدار ہوں اور اس کا خاوند اس کی طرف مائل ہو۔ ایسی باتوں سے بھی رسول اللہ نے منع فرمایا ہے[۲]

پھر آج کل اس فحاشی کی اشاعت کی اور بھی بہت سی صورتیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ مثلاً تھیٹر۔ سینما گھر۔ کلب ہاوس ہوٹل ریڈیو اور ٹی وی پر شہوت انگیز پروگرام۔ فحاشی پھیلانے والا لٹریچر ناول، افسانے اور ڈرامے وغیرہ۔ اخبارات اور اشتہارات وغیرہ میں عورتوں کی عریاں تصاویر۔ وغیرہ غرض فحاشی کی اشاعت کا دائرہ آج کل بہت وسیع ہو چکا ہے۔ اس موجودہ دَور کی فحاشی کی ذمہ دار یا تو حکومت ہے۔ یا پھر سرمایہ دار لوگ جو سینما تھیٹر اور کلب گھر بناتے ہیں۔ یا اپنا میک اَپ کا سامان

لہ (بخاری۔ کتاب النکاح باب لا تباشر...)

۲ہ (بخاری؛ حوالہ ایضاً)

بیچنے کی خاطر انہوں نے عورتوں کی عریاں تصاویر شائع کرنے کا محبوب مشغلہ اپنا رکھا ہے۔ ان سب کے لیے یہی وعید ہے کہ لهم عذاب اليم فى الدنيا والاخرة۔

آیت ٢٧ | يا ايها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على اهلها۔ [۱]

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ اہل خانہ کو متعارف نہ کرا لو اور ان پر سلام کہے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

۸۔ حکم استیذان | سورہ احزاب میں جو اذن لے کر گھروں میں داخل ہونے کا حکم تھا صرف رسول اللہ کے گھرانوں تک محدود تھا۔ اب اس حکم کا دائرہ وسیع کر کے تمام مسلمان گھرانوں کو اس حکم کا پابند بنایا گیا۔ اور تمام مسلمانوں کو حتیٰ کہ صاحب خانہ کو اس حکم کا پابند کر دیا گیا۔ ارشاد نبوی ہے۔

”علاء بن سیار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا کہ کیا میں گھر جاتے وقت اپنی ماں سے بھی اذن مانگوں۔ فرمایا۔ ہاں۔ وہ بولا: میں تو اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر بھی اجازت لے کر جا۔ وہ بولا۔ میں ہی تو اس کی خدمت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

استأذن عليها اتحب ان تراها عريانة“ قال لا: قال: فاستاذن عليها [۲]

پھر بھی اجازت لے کر جا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تو اپنی ماں کو ننگا دیکھے۔ وہ کہنے لگا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر اذن لے کر جا۔“

قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون وقل للمؤمنت يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا

---

[۱] ۲۴ ـ ۲۷

[۲] الموطا امام مالک، کتاب الجامع باب الاستیذان

لبعولتهن او آبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن
او اخوانهن او بني اخوانهن او بني اخواتهن او نسآء هن
او ما ملكت ايمانهن او التابعين غير اولي الاربة من الرجال
او الطفل الذين لم يظهروا على عورات النسآء ولا يضربن
بارجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن وتوبوا الى الله
جميعا ايه المؤمنون لعلكم تفلحون ۱؎

اسے رسولؐ! مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے اور اپنے دوپٹے اپنے پہلوؤں پہ ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں[1] سے، یا اپنے باپوں[2] سے۔ یا اپنے خاوند کے باپوں (سسر[3] یا خسر) سے، یا اپنے بیٹوں[4] سے، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں (جو دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے[6] بیٹے) سے یا اپنے بھائیوں[7] سے، یا بھائیوں کے بیٹوں (بھتیجوں[8]) سے یا بہنوں کے بیٹوں (بھانجوں) سے یا اپنی (ہی قسم کی) عورتوں[9] سے، یا اپنی لونڈی غلاموں[10] سے، یا ان خدام[11] سے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے[12] لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔ اور اپنے پاؤں (ایسے زمین پر) نہ ماریں کہ جھنکار کانوں میں پہنچے اور) اُن کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے ہاں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ان آیات سے مندرجہ ذیل احکام مستنبط ہوتے ہیں:۔

۹۔ نظر بازی پر پابندی

بصر کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو ایک جیسا ہے۔ غضِ بصر کا یہ مطلب نہیں کہ چلتے وقت راستہ بھی پوری طرح نظر نہ آئے۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مرد کی کسی غیر عورت پر اور عورت کی کسی غیر مرد پر نظر نہ پڑنی چاہیئے۔ اور اتفاق سے نظر پڑ جائے تو فوراً نظر اٹھالی جائے جیسا کہ

۱؎ النور ۳۰-۳۱

رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا۔

لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الآخرة [1]

پہلی دفعہ کی نظر تجھے معاف ہے لیکن دوسری بار نظر معاف نہیں ہے۔

پھر ایک بار آپ نے یوں فرمایا کہ:

زنى العين النظرة [2]

آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے۔

مندرجہ بالا ہر دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے نظر بازی سے اجتناب کے ساتھ ہی فروج کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فروج کی حفاظت کے لیے نظر بازی سے پرہیز انتہائی ضروری ہے۔ بالفاظِ دیگر زنا کے عوامل میں سے نظر بازی ایک بہت بڑا عامل ہے۔ نیز یہ کہ ستر و حجاب کے تمام تر احکام کی غرض و غایت فروج کی حفاظت یا زنا سے پرہیز ہے۔ اور یہ فروج کی حفاظت بہت بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔

پھر اس نظر بازی کے فتنہ میں بعض دوسرے اعضاء بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث اس طرح ہے۔

فزنا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنّى وتشتهى والفرج يصدق ذلك كلّه ويكذبه [3]

آنکھ کا زنا نظر بازی ہے اور زبان کا زنا فحش کلامی ہے اور آدمی کا نفس زنا کی خواہش کرتا ہے پھر شرمگاہ یا تو اس سب قسم کے زنا کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب۔

نظر بازی کا فتنہ کس قدر معیوب ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے

"سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوراخ میں سے آپؐ کے حجرے

---

[1] ترمذی ابواب الادب۔ باب نظر الفجاۃ

[2] بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب زنا الجوارح دون الفرج۔

[3] (بخاری حوالہ ایضاً)

میں جھانکا۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں خارپشت تھا۔ جس سے سر کھجلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ پر مار کر اسے پھوڑ دیتا ۔ استیذان کا حکم تو نظر بازی کے فتنہ کی وجہ سے ہوا ہے"۔ لہ

اور طبرانی میں ایک روایت یوں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ان النظر سھم من سھام ابلیس مسموم ٢ہ

نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

غیر عورت کی طرف دیکھنا جس قدر گناہ کی بات ہے وہ آپ دیکھ چکے۔ اس میں بھی ایک استثنائی صورت ہے اور وہ یہ کہ آدمی کو اپنی ہونے والی بیوی (مخطوبہ) کو دیکھنے کی اجازت ہے مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انظر الیھا فانہٗ احریٰ ان یؤدم بینکما ٣ہ

اس کی طرف دیکھ لے کیونکہ تم دونوں میں موانست پیدا ہونے کا یہ بہتر طریقہ ہے۔

ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا جو کسی انصاری عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا:۔

انظرت الیھا؟ قال لا قال" فاذھب فانظر الیھا فان فی اعین الانصار شیئا ٤ہ

کیا تو نے اس (مخطوبہ) کی طرف دیکھ لیا؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا "تو جا اور اس کی طرف دیکھ لے۔ کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔

لہ بخاری۔ کتاب الاستیذان

٢ہ تفہیم القرآن: ج ۳۔ ص ۳۸۰۔

٣ہ (ترمذی۔ ابواب النکاح۔ باب النظر الی المخطوبۃ)

٤ہ (مسلم۔ کتاب النکاح باب ندب من اراد نکاح ....)

احکامِ حجاب کی رخصت کس کس سے

ا۔ محرم رشتہ داروں سے | قرآن کریم میں بارہ قسم کے لوگوں یا رشتہ داروں کا ذکر آیا ہے جن سے حجاب کی ضرورت نہیں۔ البتہ ستر کے احکام بہر حال بدستور برقرار رہیں گے۔ بالفاظ دیگر ان مذکورہ ۱۲ قسم کے لوگوں یا رشتہ داروں کے سامنے عورتیں اپنی زینت کا اظہار کرسکتی ہیں۔ ان میں سے آٹھ ابتدائی اقسام ایسے رشتہ دار ہیں جو ابدی طور پر محرم ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) خاوند (۲) باپ (۳) سسر (۴) حقیقی بیٹے (۵) سوتیلے بیٹے (۶) بھائی (۷) بھتیجے اور (۸) بھانجے۔

پھر اس فہرست میں وہ رشتہ دار بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جو رضاعت کی بناء پر حرام ہوں۔ مثلاً رضاعی باپ، رضاعی بھائی یا رضاعی بیٹے وغیرہ رسول اللہ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۳ سے ہی استشہاد کرکے نسب اور رضاعت کو ایک ہی سطح پر رکھ کر فرمایا کہ؛

"جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں وہی رشتے رضاعت کے لحاظ سے بھی حرام ہیں"۔ [۱]

محرم رشتہ داروں کی مزید تفصیل آخری باب میں بیان ہوگی۔

ب ملک یمین سے رخصت | عورتوں کا ذکر ہوا تو یہ وضاحت کردی گئی کہ عورتوں کو اپنی لونڈیوں سے اپنی زینت کے اظہار کی رخصت ہے۔

ج۔ خدام سے رخصت کی شرائط | تابعین سے مراد مطیع و منقاد، نوکر، چاکر، اور شاگرد قسم کے لوگ ہیں۔ لیکن ان سے رخصت صرف اس صورت میں ہے۔ کہ انہیں "ہمبستری کی خواہش نہ ہو"۔ یہ عدم خواہش بچپن کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے بھی۔ بیماری یا نامردی کی وجہ سے بھی اور مالک کی عزت اور وقار کی وجہ سے بھی۔ یعنی یہ خدام ایسی بات کا تصوّر تک بھی نہ کرسکتے ہوں۔ اور اگر یہ خطرہ ہو کہ ایسے لوگوں کے شہوانی جذبات بھی کسی وقت پیدا ہو سکتے

---

[۱] بخاری۔ کتاب الشہادات۔ باب الشہادات علی الانساب والرضاع، مسلم۔ کتاب الرضاع۔ پہلی حدیث۔

ہیں تو پھر ان سے یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔ ان پر حجاب کے احکام لاگو ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے سامنے اظہار زینت کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا اپنے ڈرائیور خانسامے اور بیرے وغیرہ سے حجاب کی رخصت کی کوئی گنجائش نہیں۔

د۔ بچوں سے رخصت بچوں اور لڑکوں سے یہ رخصت اس وقت تک ہے۔ جب تک ان کے شہوانی جذبات بیدار نہ ہوئے ہوں یعنی اندازاً دس گیارہ سال تک کے بچوں کے سامنے تو عورت اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے۔ بعد میں نہیں۔

عورت کا عورت سے پردہ نویں قسم جن سے حجاب کی ضرورت نہیں یا ان کے سامنے عورت اظہارِ زینت کر سکتی ہے۔ وہ "اپنی عورتیں" ہیں۔ "اپنی عورتوں" سے مراد آپس میں میل ملاقات رکھنے والی مسلمان عورتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کو جانتی پہچانتی اور ایک دوسرے پر اعتماد رکھتی ہیں ایسی عورتوں کے سامنے اظہار زیب وزینت کیا جا سکتا ہے۔ رہی دوسری غیر مسلم، مشتبہ اور ان جانی عورتیں تو ایسی عورتوں سے بھی ایسے ہی حجاب کا حکم ہے جیسے غیر مردوں سے۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں ہی ہوتی ہیں جو مخبرگری کی دلاّلی بھی کرتی ہیں۔ نوخیز اور نادان لڑکیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر غلط راستوں پر ڈالتی ہیں اور ایک گھرانہ کے بھید کی باتیں کسی دوسرے گھر میں بیان کر کے فحاشی کو پھیلانے میں مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ ایسی عورتوں سے سخت پرہیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا تمام ان جانی اور غیر عورتوں سے حجاب کا حکم دے دیا گیا۔

علاوہ ازیں ہیجڑوں (مخنث) یا زنانہ وضع قطع رکھنے والے مردوں سے بھی رسول اللہؐ نے حجاب کا حکم دیا ہے۔ دورِ نبوی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپؐ حضرت ام سلمہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ گھر میں ایک ہیجڑا تھا۔ وہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہنے لگا: اگر اللہ نے کل کے دن طائف فتح کرا دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کی نشان دہی کروں گا

فانها تقبل باربع وتدبر بثمان (یعنی اگر سامنے آتی ہے تو چار بٹیں لے کر اور پیٹھ موڑتی ہے تو آٹھ بٹیں لے کر) رسول اللہ نے یہ بات سن لی تو فرمایا: "یہ ہیجڑا آئندہ کبھی تمہارے ہاں نہ آیا کرے"۔[1]

---

[1] بخاری۔ کتاب النکاح باب ماینھی من الدخول

یہ مخنث یا زنانہ یا خُسرہ یا ہیجڑا چونکہ عورتوں کے امور سے دلچسپی رکھتا تھا۔ لہٰذا آپ نے اس سے مکمل طور پر حجاب کا حکم دے دیا اور داخلہ بند کر دیا۔ عورت کے عورت سے پردہ کے متعلق مزید تصریحات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

۱۲۔ حرکات پر پابندی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے پاؤں اس انداز سے زمین پر ماریں کہ ان کے زیوروں کی جھنکار سنائی دینے لگے اور معلوم ہو جائے کہ اس نے کیا کچھ زیور پہن رکھے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عورت کا پاؤں زمین پر پڑنے کے ساتھ ساتھ کسی عاشق مزاج کے دل پر بھی جا پڑے۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا مفہوم

بعض علما قرآن کریم کے الفاظ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے یہ مراد لیتے ہیں کہ احکام حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں۔

یعنی عورتوں کو غیر مردوں سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ توجیہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

(۱) اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا۔ یعنی ذکر تو یہ چل رہا ہے کہ فلاں فلاں ابدی محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں۔ اپنی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، خدام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب کی کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھئے کہ اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر مردوں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے مصداق ماظہر منہا سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

(۲) اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے۔ کیونکہ "ماظہر منہا" میں ھا کی ضمیر زینتھن کی طرف لوٹتی ہے۔ جو قریب ہی مذکور ہے۔ نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر ہی نہیں۔ اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ "عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس زینت سے از خود ظاہر ہو جائے" گویا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف مالایطاق نہیں دینا چاہتے۔ یعنی اگر جلباب یا

بڑی چادر یا برقعہ کسی وقت ہوا سے اُٹھ جائے یا غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا .... زیور یا زینت ظاہر ہو جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اکثر صحابہ اور تابعین نے ماظہر منہا سے یہی مفہوم مراد لیا ہے۔

(۳) ہم بخاری شریف کے حوالہ سے پہلے یہ وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ سورہ احزاب کی آیات کی رو سے مسلمان عورتوں میں چہرے کے پردہ کا رواج ہو چکا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے واقعہ افک کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس بات کی صراحت بھی کی تھی اور خود بھی صفوان بن معطل سلمی سے چہرہ کو چھپا لیا تھا۔ اب اگر اس بعد میں نازل ہونے والی سورۂ نور کے اس جملے کا یہی مطلب لیا جائے جو کچھ یہ حضرات کہتے ہیں۔ تو کیا کچھ ایسے شواہد یا آثار ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ بعد میں مسلمان عورتوں نے غیر مردوں سے چہرہ کے پردہ کو ختم کر ڈالا تھا؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہو تو مذکورہ آیت کے اس جملہ کا یہ مطلب کیسے لیا جا سکتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ پردہ سے مستثنٰی ہیں۔

(۴) جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام تر بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں غیروں کے لیے دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے۔ پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنٰی قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟۔

اختلاف کی اصل وجہ

تمام تر صحابہ کرام میں حضرت[۱] ابن عباسؓ نے پھر ان کے شاگردوں نے پھر بعض فقہائے حنفیہ نے الاما ظھر منھا سے یہ مطلب لیا ہے۔ کہ ہاتھ اور چہرہ حجاب سے خارج ہیں۔ اور یہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر منکرین حجاب اپنی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ پر پوری سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی جلالت شان وعلم اپنی جگہ پر مسلم۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کئی اہم مسائل

---

[۱] تفہیم القرآن ج ۳: ص ۳۸۶۔

میں تمام امت سے الگ اپنی منفرد رائے رکھتے ہیں۔ مثلاً پہلا تو یہی حجاب الوجہ والکفین کا مسئلہ ہے جو آگے زیر بحث آرہا ہے۔ دوسرا مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ دورِ نبوی کی جارحانہ جنگوں میں تین دفعہ (جنگ خیبر، فتح مکہ یا جنگ حنین (ہوازن) اور جنگ تبوک) دوران جنگ مباح ہوا اور خاتمہ پر اس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔ بالآخر حجۃ الوداع کے موقعہ پر ابدی طور پر رسول اللہ ؐ نے اسے حرام قرار دے دیا۔ تاہم بعض وجوہ[1] کی بنا پر متعہ کا خفیہ در خفیہ سلسلہ دورِ فاروقی تک چلتا رہا۔ متعہ کے مؤید بھی یہی حضرت ابن عباسؓ تھے۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے اسے "عین زنا" اور قابل حد جرم قرار دیا تو اس وقت بھی حضرت ابن عباس نے متعہ کی حرمت کو دل سے تسلیم نہیں کیا، بلکہ یوں فرمایا "متعہ کا جائز ہونا خدا کی طرف سے اپنے بندوں پر شفقت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگر عمرؓ نے اس کی ممانعت نہ کر دی ہوتی تو کبھی کسی کو زنا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی"۔

اس روایت کے راوی بھی آپ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح ہیں جن سے ابن جریج نے، محدث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں درج کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے شاگرد مثلاً سعید بن جبیر اور طاؤس بھی اس مسئلہ میں آپ کے ہمنوا تھے۔

تیسرا مسئلہ اختلاف قراءت کا ہے۔ آپ **و ما ارسلنا من قبلك** من رسول ولا نبی[2] کے بعد ولا محدث بھی پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کی اس قراءت کی حیثیت خبر واحد کی تھی اور قرآن کی تدوین میں خبر واحد مقبول نہیں لہٰذا یہ ولا محدث کے الفاظ مصحف عثمانی کی ترتیب و تدوین کے وقت شامل کتاب نہیں کئے گئے۔ تاہم مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کی راہ ہموار کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی اسی روایت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے۔ حضرت ابن عباس یدنین علیهن من جلابیبهن کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں۔

فقال ابن عباس وابو عبیدة: امر نساء المومنین ان

---

[1] اس کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون متعہ کی اباحت و حرمت میں بیان کر دی ہے۔

[2] الحج - ۵۲

يغطين رؤسهن ووجوههن بالجلابيب الاعينا واحدة

ليعلم انّهن حرائر لـه

"ابن عباس اور ابوعبیدہؓ نے فرمایا: مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ چادروں سے اپنے سر اور چہروں کو ڈھانپ کر رکھیں۔ مگر ایک آنکھ کھلی رکھ سکتی ہیں تاکہ معلوم اسکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں"۔

بالکل ایسی ہی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے۔

قال علی بن ابی طلحة عن ابن عباس رضی الله عنهما

امر الله نساء المؤمنين اذا خرجن من بيوتهن في حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب يبدين عينا واحدة سـه

علی ابن ابی طلحہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو چادروں سے اپنے سروں کے اوپر سے چہروں کو ڈھانپ لیں اور (صرف) ایک آنکھ ظاہر کریں۔

اب دیکھئے جلباب کا تعلق گھر سے باہر کی دنیا سے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس گھر سے باہر مکمل پردہ (یعنی چہرہ سمیت) کے قائل تھے ان کے موقف میں اگر کچھ لچک ہے تو وہ گھر کے اندر کی دنیا سے ہے یعنی اگر گھر کے اندر ایسے رشتہ دار آجائیں جو محرم نہیں تو ان سے چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا آج کے مہذب طبقہ کے لیے حضرت ابن عباس کا یہ موقف کچھ زیادہ سودمند نہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک

تیسری بات یہ ہے، کہ اگر امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن عباس کا مسلک اختیار کیا ہے تو ایک عظیم اکثریت نے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک اختیار کیا ہے۔ یہ دونوں ائمہ فقہ عورت کا پورے کا پورا

لـه (معالم التنزیل) نیز دیکھئے تفہیم القرآن ج ۴، ص ۱۲۹۔

سـه (تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۵۱۸، جامع البیان للطبری ص ۳۳ مطبوعہ مصر۔

جسم محل حجاب سمجھتے تھے۔ جیساکہ درج ذیل روایت سے واضح ہے:۔

واما العورة بالنسبة للرجل فجميع بدنها عورة على الصحيح وهو مذهب الشافعية والحنابلة وقد نص الامام احمد رحمه الله على ذلك فقال وكل شئ من المراة عورة حتى ظفرها [1]

اور جہاں تک عورت کے ستر کا تعلق ہے تو صحیح بات یہی ہے کہ آدمی کے لیے عورت کا سارا بدن ہی ستر ہے۔ اور امام احمد بن حنبل تو نے بالوضاحت فرمایا ہے کہ عورت کی ہر چیز حتی کہ اسکے ناخن بھی ستر ہیں۔

تفاسیر مفسرین خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین ان کا کثیر طبقہ حجاب الوجہ والکفین کا قائل ہے۔ اور ان کے حوالہ جات اتنے زیادہ ہیں۔ کہ ان کا درج کرنا اس مختصر سے مقالہ میں ممکن نہیں۔ ان تفاسیر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین کا بھی کثیر طبقہ چہرہ اور ہاتھوں کے حجاب کا قائل تھا۔

تعامل اُمّت دورِ نبوی سے لے کر آج تک دین دار گھرانوں میں عورتوں کا یہی معمول رہا ہے۔ کہ چہرہ اور ہاتھوں کو بھی عورتیں غیروں سے چھپائیں۔ اس دعویٰ کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ منکرین حجاب کو اس طرز عمل کے خلاف باقاعدہ جہاد اور اجتہاد کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

يا ايها الذين امنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم ثلث مرات من قبل صلوة الفجر وحين تضعون ثيابكم من الظهيرة ومن بعد صلوة العشاء۔ ثلث عورات لكم ليس عليكم ولا عليهم جناح بعدهن طوافون عليكم بعضكم على بعض كذلك يبين الله لكم الايات والله عليم حكيم۔ واذا بلغ الاطفال منكم الحلم فليستاذنوا كما استاذن الذين من قبلهم كذلك

---

[1] (روائع البیان ج ۲، ص ۱۵۴) [2]

یبین اللّٰہ لکم اٰیتہ واللّٰہ علیم حکیم۔
والقواعد من النسآء الّتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان
یضعن ثیابھن غیر متبرجٰت بزینۃ و ان یستعففن
خیر لھن [1]

اے ایمان والو! تمہارے غلاموں اور ان بچوں کو، جو ابھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے، چاہیئے کہ تین اوقات میں تم سے (گھروں میں داخل ہونے کی) اجازت لیا کریں۔ ایک تو صبح کی نماز سے پہلے، دوسرے دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تینوں وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں ان اوقات کے علاوہ آنے جانے میں نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ ان پر۔ تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ بہت علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو انہیں بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیئے جس طرح تم سے (دوسرے بالغ) پہلے اجازت لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتوں کو وضاحت فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا اور حکمت ہے۔
اور بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اگر وہ اپنی چادر اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں اور اگر وہ اس بات سے بھی بچی رہیں۔ تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

۱۳۔ گھروں میں داخلہ پر مزید پابندی پہلے احکام میں یہ مذکور تھا کہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں جانے کے لیے اہل خانہ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ان آیات میں دو ایسی اقسام کا ذکر ہے۔ جن سے کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک تو اپنے ہی مملوک ہیں جنہیں ہر وقت گھر کے کام کاج کے سلسلہ میں گھر سے نکلنا اور داخل ہونا پڑتا ہے دوسرے نابالغ بچے ہیں۔ ان آیات کی رُو سے تین اوقات میں ان پر بھی گھروں میں داخلہ

---

[1] سورۃ النور: ۵۸-۶۰

پر اجازت کی پابندی لگا دی گئی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات عموماً سونے اور میاں بیوی کے خلوت کے اوقات ہوتے ہیں ایسے وقتوں میں تو میاں بیوی یہ چاہتے ہیں کہ ان کے حقیقی بیٹے بیٹیاں بھی انہیں اس حالت میں دیکھنے نہ پائیں۔ لہٰذا ان اوقات میں اس قسم کی پابندی عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

گھر کی خلوت PRIVACY

آیات کی ترتیب نزول سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے گھر کی خلوت کو بہت اہمیت دی ہے۔ سب سے پہلے نبی کے گھروں پر عام لوگوں کے داخلہ کی پابندی لگائی گئی۔ پھر اس پابندی میں تمام مسلمانوں کے گھروں کو شامل کیا گیا۔ اس کے بعد نوکروں چاکروں اور بچوں پر بھی خاص اوقات میں داخلہ کے لیے استیذان کو ضروری قرار دے دیا گیا۔ اب اس سلسلہ میں چند احادیث نبوی ملاحظہ فرمایئے۔ اجازت ملنے سے پیشتر کسی کے گھر میں نظر داخل کرنے کو بھی جرم قرار دیا گیا ارشاد نبوی ہے۔

(۱) اذا دخل البصر فلا اذن لہ[1]

جب نگاہ اندر چلی گئی تو پھر اذن کا کیا موقع رہا؟

نیز آپ نے فرمایا:۔

(۲) انما جعل الاذن من اجل البصر[2]

نظر بازی کی وجہ سے ہی اذن لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) لو ان امرا اطلع علیک بغیر اذن فخذفتہ بحصاء ففقات عینہ ما علیک من جناح۔[3]

اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں۔

---

[1] (ابو داؤد کتاب الادب باب فی الاستیذان)

[2] (مسلم۔ کتاب الاستیذان باب تحریم النظر فی بیت غیرہ)

[3] (مسلم۔ کتاب الاستیذان باب تحریم النظر فی بیت غیرہ)

اس اذن کا طریقہ رسول اللہ نے یہ بتلایا کہ اذن مانگنے والا دروازے کے ایک طرف کھڑے ہوکر السلام علیکم کہے۔ اور اپنا نام بتلائے۔ (جبکہ گھر والے اس کی آواز سے اس کو پہچان نہ سکتے ہوں) پھر اگر تین دفعہ السلام علیکم کہنے کے باوجود بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ اور افرادِ خانہ کی اجازت کی صورت یہ ہوگی۔ کہ اس کے ایک ہی دفعہ آواز نکالنے، السلام علیکم یا کھانسے میں ہی گھر والے اسے پہچان کر متنبہ ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر کسی کو ضرورت ہو تو اُسے رُکنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ اس کے استیندان کا تقاضا پورا ہو گیا۔

خلوت (PRIVACY) کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی کا خط اسکی اجازت کے بغیر نہ پڑھا جائے چنانچہ آپ نے فرمایا :۔

من نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانما ینظر فی النار[1]

جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔

۴۱۔ بوڑھی عورتوں کو مشروط رخصت | اس آیت میں ایسی بوڑھی عورتوں کو احکام حجاب میں رخصت دی گئی ہے ۔ جو نکاح کے قابل ہی نہ رہی ہوں اور جن کے شہوانی جذبات مر چکے ہوں لیکن اگر اتنی عمر کے باوجود زینت و آرائش کی دلدادہ اور اس زینت کا اظہار بھی پسند کرتی ہوں۔ تو ان کے لیے یہ رخصت نہیں ہے۔ انہیں احکام حجاب کی پابندی کرنا ضروری ہے ۔

ایک اور صورت یہ ہے کہ عورت بوڑھی ہے اور وہ زیب و زینت اور اسکے اظہار کی دلدادہ بھی نہیں۔ اس کیلئے احکام حجاب سے رخصت تو ہے مگر پھر بھی اگر وہ اس رخصت کا استعمال نہ کرے تو یہی بات خود اسکے حق میں بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُسے دیکھنے والے سارے بوڑھے یا متقی لوگ تو نہیں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شہوت کا مارا نوجوان اس سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دے اور اس پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے نہ چوکے۔ لہٰذا بوڑھی عورتیں بھی اس رخصت کو موقع محل کا لحاظ رکھ کر استعمال کریں بصورت دیگر اس رخصت کا استعمال نہ کریں۔

---

[1] (ابو داؤد)

احکام ستر و حجاب اور سنّت نبوی

۱۵۔ اختلاط مرد و زن | اختلاطِ مرد و زن کا مسئلہ شریعت اسلامیہ کے جس قدر مخالف ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے۔ کہ بعض عبادات اور جہاد تک سے عورت کو سبکدوش کر دیا گیا ہے سلے دے کے ایک حج ایسا رکن اسلام ہے۔ جو عورت پر بھی فرض ہے۔ مگر یہ بھی بغیر خاوند یا محرم کے جائز نہیں۔ مسجد میں نماز ادا کرنے سے عورت کا گھر نماز ادا کرنا بہر حال بہتر ہے۔ پھر مسجد میں عورتوں کے جانے پر پابندیاں شریعت نے عائد کی ہیں۔ ان کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ جنازہ کے ہمراہ جانا اور نماز جنازہ میں شرکت سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے یہی صورت حال جہاد کی بھی ہے۔ بارہا رسول اللہ نے عورتوں کو جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔ اب چند مزید ارشادات نبوی ملاحظہ فرمایئے :۔

(۱) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرأۃ الا مع ذی محرم۔ [۱]

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو! کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کے محرم کی موجودگی کے بغیر تنہائی اختیار نہ کرے۔

(۲) لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطن [۲]

کوئی شخص کسی غیر عورت کے ساتھ خلوت کرتا ہے۔ تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(۳) لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم [۳]

علیحدگی میں رہنے والی عورتوں پر مت داخل ہوا کرو۔ کیونکہ شیطان ہر انسان میں یوں

---

[۱] (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لا یخلون رجل)

[۲] (ترمذی۔ ابواب رضاع۔ باب کراہیۃ دخول علی المغیبات)

[۳] (ترمذی۔ ایضاً)

دوڑتا پھرتا ہے جیسے اس کا خون رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے۔

(۴) خبردار غیر عورتوں پر داخل نہ ہوا کرو۔ ایک انصاری صحابی نے پوچھا۔ یارسول اللہ۔ خاوند کے رشتہ داروں کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا۔ خاوند کے رشتہ دار (بغیر خاوند کے باپ کے) تو موت ہیں [1]

ان ارشادات مبارکہ کو سامنے رکھ کر بتلائیے کہ مخلوط تعلیم، عورتوں اور مردوں کی کلب گھروں میں مجلس، دفتروں میں ملازمت وغیرہ وغیرہ کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟

احکام لباس: لباس ایسا ہونا چاہیئے جو ساتر ہو۔ یعنی نہ تو اتنا باریک ہو کہ اس میں سے بدن کے اعضا نظر آئیں۔ اور نہ اتنا چست ہو کہ موٹا ہونے کے باوجود بھی جسم کے اعضا کی ساخت پوری واضح نظر آرہی ہو۔ ارشاد نبوی ہے۔

نساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا وریحھا یوجد ... مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ [2]

وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔ مردوں کی طرف مائل ہو جانے والی اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ ہی اسکی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے آتی ہے۔

اس حدیث میں ان عورتوں کی وعید کا ذکر ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ کپڑے اتنے باریک ہوں کہ ان سے بدن نظر آرہا ہو۔ دوسرے یہ کہ کپڑے خواہ موٹے ہوں لیکن اتنے چست ہوں کہ بدن کے سب اُبھار نظر آرہے ہوں تیسرے یہ کہ بدن کا کچھ حصہ ملبوس ہو۔ اور کچھ حصہ ویسے ہی ننگا چھوڑ دیا گیا ہو۔ جو بھی صورت ہو ایسی قسم کے لباس حرام ہیں۔

مروجہ برقعہ: اس حدیث کو سامنے رکھ کر یہ بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ جلباب اور اس کی مختلف ادوار میں بدلتی شکلیں اور مروجہ برقعہ کس قسم کا ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہاں کا مروجہ

---

[1] (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لا یخلون اُحلُّ ....)

[2] (موطا۔ کتاب الجامع۔ باب مایکرہ للنساء ......)

برقعہ جسے عام زبان میں "ترکی برقعہ" کہتے ہیں شرعی لباس کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ کیونکہ:

(۱)۔ یہ زینت چھپانے کے بجائے بذات خود زینت بن گیا ہے۔ شوخ رنگ اور وضعدار ہوتا ہے۔ جو صورت مردوں کے لیے کوٹ کی ہے۔ وہی صورت عورتوں کیلیے برقعہ کی بن چکی ہے۔

(۲)۔ اسکا نقاب اتنا باریک کپڑے کا لگایا جاتا ہے۔ کہ اس سے چہرہ نظر آسکتا ہے۔

(۳) اسکے دو الگ الگ حصے ہوتے ہیں ایک سر پر رکھنے کا۔ دوسرا کوٹ کی طرح پہننے کا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر دو جانب سے عورت کی گردن اور کانوں کا زیور نظر آسکتا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو ان امور کی اصلاح کے لیے خصوصی توجہ دینا ضروری ہے۔

۱۷۔ دلکش ادائیں عورت کی فطرت یہ ہے کہ طبعی شرم کی وجہ سے فحاشی کی طرف پیشقدمی نہیں کرتی تا آنکہ اس کی یہ فطرت مسخ نہ ہو جائے۔ اسکے بجائے وہ ایسی دلکش ادائیں اختیار کرتی اور بنتی سنورتی ہے کہ مرد خود اسکی طرف مائل ہوں۔ اسکی ایک صورت یہ ہے کہ اسکی آوازیں لوچ ہو۔ دوسرے پاؤں کی جھنکار ہے ان دونوں باتوں سے قرآن کریم نے منع کر دیا ہے تیسری صورت عطر لگا کر گھر سے باہر نکلنا ہے جسکے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ

المراۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی الزانیۃ[1]

جب کوئی عورت عطر لگا کر باہر نکلتی ہے اور کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ویسی گویا زانیہ ہے۔

اور ہم پہلے مسلم کے حوالہ سے بتلا چکے ہیں کہ عورت اگر رات کو مسجد جائے تو عطر کا استعمال حرام ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اسکی نماز ہی قبول نہیں ہوتی جب تک وہ نہا نہ لے۔ اور یہ غسل غسل جنابت کی طرح ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ عورت بالوں کی آرائش غیر فطری طور پر کرتی ہے۔ یا جلد پر نقش و نگار کھدواتی ہے۔ یا مصنوعی طریقوں سے اپنے جسمانی اعضا میں خوبصورتی کی غرض سے تغیر و تبدل کرتی ہے۔ ایسی تمام تر باتوں کے سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن الواشمات والمستوشمات والمتنمصات مبتغیات للحسن مغیرات خلق اللہ[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی، گودوانے والی اور بال اکھیڑنے والی عورتوں پر

---

[1] ترمذی۔ ابواب الادب۔ باب کراہیۃ خروج المراۃ المتعطرۃ، [2] ترمذی حوالہ ایضاً۔

جو افزائش حسن کیلئے یہ کام کرتی ہیں سب پر لعنت کی ہے۔ اور ایسی عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں تبدیلی کرنے والی قرار دیا۔

دورِ نبوی میں عورتیں اپنے جسم میں جاذبیت اور کشش پیدا کرنے کیلئے مندرجہ ذیل کام کرتی تھیں۔ (۱) بدن پر تل وغیرہ بنوانا۔ گودنا (۲) چہرہ اور ماتھے سے روئیں یا سفید بال اکھیڑنا تاکہ نو عمر معلوم ہوں (۳) بالوں کو جوڑ لگا کر جوڑیہ بنانا تاکہ گنجان اور خوبصورت معلوم ہوں (۴) دانتوں کو رگڑ کر برابر کرنا۔ (۵) دانتوں کے درمیان فاصلہ کی یکسانیت رگڑ کر پیدا کرنا۔ رسول اللہ نے ایسے کام کرنے والی اور کروانے والی تمام عورتوں پر لعنت فرمائی ہے [1]

پھر ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جنسی اختلاط کی راہ ہموار کرنے کے لیے عورتیں مردوں کا سا لباس اور وضع اختیار کرنے لگتی ہیں۔ اور اس کام میں مرد بھی شریک ہو کر عورتوں کی مشابہت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے طبقہ کے متعلق آپؐ نے فرمایا:۔

عن ابن عباس قال لعن رسول صلی اللہ علیہ وسلم المتشبہات بالرجال من النسآء والمتشبہین بالنساء من الرجال [2]

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ایسے ہی ان مردوں پر بھی جو عورتوں کی سی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

یہی وہ عورتوں کے اٹھائے ہوئے فتنے ہیں جن کی بناء پر رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔

ما ترکت بعدی فی الناس فتنۃ اضر علی الرجال من النسآء [3]

میرے بعد سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ جو لوگوں پر آئے گا وہ عورتوں کی طرف سے مردوں پر ہوگا

مقام عبرت اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ کیا آج کا مغربی تہذیب سے مرعوب مسلمان ان تمام بندشوں کو ایک ایک کر کے کھولنے کی کوشش نہیں کر رہا؟ اور وہ کام جن سے اللہ اور اسکے رسول نے واضح طور منع کر دیا تھا، دور از کار تاویلات و تحریفات کے ذریعہ رسول اللہ کی لعنت کا مصداق نہیں بن رہا؟

[1] (دیکھیئے نسائی۔ کتاب الزینۃ)

[2] (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح) (ترمذی۔ ابواب الادب۔ باب المتشبہات بالرجال)

[3] ترمذی۔ ابواب الادب۔ باب تحذیر فتنۃ النساء)

چہرے اور ہاتھ کا پردہ

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ امت مسلمہ کا ایک قلیل طبقہ ایسا بھی رہا ہے جو چہرے اور ہاتھوں کے پردہ کا قائل نہیں ۔ یہ بات موجودہ دور میں مغرب زدہ طبقہ کے لیے یہ بہت خوش آئند ہے ۔ پھر چونکہ اس مسئلہ میں موجودہ دور کے ایک محدث "جناب ناصر الدین البانی" بھی خاصی لچک رکھتے ہیں ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان حضرات کے دلائل کا بھی جائزہ لیا جائے ۔ پہلے ہم قائلین حجاب کے دلائل کا مختصراً ذکر کریں گے ۔ بعد میں منکرین حجاب کے دلائل کا ذرا تفصیل سے ۔

قائلین حجاب کے دلائل

قرآن میں دو آیات ایسی ہیں جن میں مذکور دونوں جملوں کا ہر دو گروہ اپنے حسب پسند ترجمہ کر لیتے ہیں اور وہ دو جملے یہ ہیں ۔

(۱) یدنین علیھن من جلابیبھن [۱]

سورۂ احزاب کی یہ آیت گھر سے باہر کی دنیا اور جلبات یا برقعے سے تعلق رکھتی ہے ۔ یہ سورہ سورہ نور سے پہلے نازل ہوئی تھی ۔ قائلین حجاب اس جملہ کا ترجمہ کرتے ہیں ۔ کہ وہ عورتیں اپنے چادروں کے پلو سر سے نیچے لٹکا لیا کریں ۔ جب کہ منکرین اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ " وہ اپنی چادریں ارد گرد لپیٹ لیا کریں " اس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے ۔

(۲) ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا [۲]

سورۂ نور کی یہ آیت گھر کے اندر کی دنیا اور " خمار " سے تعلق رکھتی ہے ۔ قائلین حجاب الا ما ظھر منھا کا ترجمہ کرتے ہیں ۔ مگر جو از خود ظاہر ہو جائے " جب کہ دوسرا فریق اس جملہ کا ترجمہ یہ کرتا ہے " مگر جو عادۃً ظاہر ہوا کیا جائے " اس پر بھی بحث پہلے گزر چکی ہے ۔ اور ہم یہ بھی بتا چکے ہیں

---

[۱] ۳۳ - ۵۵

[۲] ۲۴ - ۳۲

کہ قائلینِ حجاب جہاں تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں وہاں ان کے دلائل بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ اب ہم ان ہر دو آیات کو چھوڑ کر قائلینِ حجاب کے باقی دلائل کا ذکر کرتے ہیں:

دلیل ۱ | قرآن میں ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَّرَاءِ حِجَابٍ (۳۳/۵۳)

جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنا ہو تو حجاب کے پیچھے سے مانگا کرو۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت کا چہرہ محلِ حجاب نہیں ہے تو حجاب کے اس حکم کی ضرورت بھی کیا رہ جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ گھر کے باہر کھڑے ہو کر چیز مانگ لیا کرو بلکہ مِن وَّرَاءِ حِجَابٍ فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کیلئے منہ چھپانا واجب ہے۔

ممکن ہے بعض دوست وَرَاءِ حِجَابٍ کے حکم کو محض گھر کی خلوت (PRIVACY) پر محمول کریں لیکن ام المومنین حضرت عائشہؓ نے واقعہ افک کے دوران جب صفوان بن معطل سے چہرہ کو ڈھانپ لیا تھا تو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلا دی تھی کہ "اس سے پہلے آیہ حجاب نازل ہو چکی تھی"۔ (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کہ جب حضورؐ نے ام مکتوم سے پردہ کا حکم دیا تو اس وقت وہ بھی تصریح کرتی ہیں کہ اس سے پہلے پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔

(ترمذی ابواب الادب۔ باب نظر الفجاءۃ

دلیل ۲ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ

عورت احرام کی حالت میں نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستانے پہنے۔

(نسائی۔ کتاب الحج (...)

آپ کے اس حکم سے صاف واضح ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلم معاشرہ

میں عورتوں نے منہ اور ہاتھوں کو چھپانا شروع کر دیا تھا جبھی تو حالت احرام میں رسول اللہؐ نے نقاب اوڑھنے سے منع فرمایا - اگر چہرہ کا پردہ رائج نہ ہوتا تو آپؐ کو یہ حکم دینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

دلیل ۳ اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا -

ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء [1]

میرے بعد تمام فتنوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ مردوں کے لیے عورتوں کا فتنہ ہے

اب یہ آپ خود دیکھ لیجیے کہ عورت کے چہرہ کھلا رکھنے سے یہ فتنہ زیادہ ہوتا ہے یا کم؟

دلیل ۴ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

ان المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان واقرب ما تکون بروحۃ ربھا وھی فی قعر بیتھا [2]

عورت پوری کی پوری ستر ہے - جب وہ باہر نکلتی ہے - تو شیطان اسے تاکتا ہے (تاکہ اسے اپنا آلۂ کار بنائے) اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے کسی گوشہ میں ہو۔

اس حدیث میں عورت کے تمام جسم کو "عورۃ" کہا گیا ہے - جس میں چہرہ اور ہاتھ بھی شامل ہیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ واجب ہے ۔

دلیل ۵ منگنی کے سلسلہ میں مرد کو متعلقہ عورت کے دیکھنے کا استحباب - اس سلسلہ میں ہم دو روایات پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے - سو اگر عورتوں کے چہرہ کے پردہ کا حکم نہ ہو تو یہ رخصت کیسی اور استحباب کیسا؟

دلیل ۶ یہ بات تو واضح ہے کہ امہات المؤمنین چہرہ کا پردہ کرتی تھیں حالانکہ وہ قرآن کی

---

[1] (بخاری - باب مایتقی من شوم المرأۃ ۔ مسلم ۔ کتاب الفتن)

[2] (ترمذی ابواب الرضاع - باب کراہیۃ دخول علی المغیبات)

نص صریح کے مطابق تمام مسلمانوں کی مائیں تھیں اور قابل احترام۔ ان سے بعد وفات النبیؐ کوئی نکاح بھی نہیں کرسکتا ہے گویا تمام مسلمانوں پر حرام تھیں۔ پھر جب ان سے چہرہ کا پردہ ساقط نہ ہوا۔ تو مسلمان عورتوں سے کیسے ساقط ہوسکتا ہے۔ ؟

دلیل ۷: حضرت عائشہ کا بیان یہ ہے۔ کہ حج کے دوران بھی ہم (چہرہ کے پردہ کی رخصت کے باوجود) راہ گیروں سے پردہ کرلیا کرتی تھیں۔ پھر جب یہ لوگ گزر جاتے تو پردہ اٹھادیا کرتی تھیں۔
اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے نحن کا لفظ استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چہرہ کے پردہ کا رواج صرف امہات المؤمنین تک محدود نہ تھا۔ بلکہ پورے مسلم معاشرے میں یہ رواج پڑ چکا تھا۔

دلیل ۸: رسول اللہؐ نے فرمایا:

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یارسول اللہ افرایت الحمو فقال الحمو الموت [1]

خبردار! عورتوں پر داخل نہ ہوا کرو۔ ایک انصاری صحابی نے پوچھا۔ یارسول اللہ۔ خاوند کے رشتہ دار بھی؟ آپ نے فرمایا! یہ خاوند کے رشتہ دار تو موت ہیں۔
سوال یہ ہے کہ اگر مسلمان عورتوں میں چہرہ کا پردہ رائج نہ تھا۔ تو حضورؐ نے کس بات سے منع فرمایا تھا اور کیوں؟ اور اس صحابی نے خاوند کے رشتہ داروں کے متعلق بالخصوص کیوں پوچھا تھا۔

منکرین حجاب الوجہ کے دلائل

اس ضمن میں پہلے ہم محدث ناصرالدین البانی صاحب کا موقف پیش کریں گے۔ پھر موقف کی تائید میں البانی صاحب کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔
(واضح رہے کہ محدث موصوف کو منکر حجاب تو نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم ان کا موقف

---

[1] (بخاری۔ کتاب النکاح

اس سلسلہ میں اچھی خاصی لچک رکھتا ہے علاوہ ازیں آپ کے مہیا کردہ دلائل ہی منکرین حجاب کے لیے بنیاد کا کام دیتے ہیں۔

اصبانی صاحب کا موقف آپ کا رسالہ حجاب المراۃ المسلمہ (مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ طبع ششم) اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

آپ کے موقف کے چیدہ چیدہ نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) عورت کا شرعی پردہ یہ ہے کہ جب گھر سے باہر نکلے تو چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ اپنا تمام بدن ڈھانپ لے[۱]۔

(۲) برقع یا اسی طرح کی کسی چیز سے چہرے کا پردہ کرنا، جیسا کہ آج کل کی عورتیں کرتی ہیں۔ امر مشروع اور قابل تعریف ضرور ہے۔ لیکن واجب نہیں۔ اگر کوئی کرلے تو بہتر ہے نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں[۲]۔

(۳) چہرہ کا پردہ عہد نبویؐ میں معروف تھا۔ مگر چہرہ کا پردہ صرف ازواج مطہرات کے لیے تھا اور وہ کیا بھی کرتی تھیں پھر ان کے بعد یہ چہرہ کا پردہ صاحب فضیلت عورتوں میں بھی رائج ہو گیا[۳]

(۴) آپ اپنی بیوی اور بیٹیوں کے معاملہ میں یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ جب باہر نکلیں تو چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ کیا کریں۔

(۵) آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

یہ چیز (یعنی چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنا) اس صورت میں درست ہوگا جب کہ چہرہ اور ہاتھوں پر زینت کی کوئی چیز نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عام حکم یہی ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے

---

[۱] (حجاب المراۃ المسلمہ رسالہ مذکور ص ۵۳

[۲] (رسالہ مذکور ص ۵۳

[۳] (ایضاً ص ۵۱

دیں۔ اور اگر ہاتھوں اور چہرہ پر زینت کی کوئی چیز ہے تو پھر ان کا بھی پردہ واجب ہے بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ عورتیں اپنے چہروں اور ہاتھوں کی قسما قسم کی آرائشوں اور رنگوں سے زینت کرتی ہیں کسی مسلمان کا تو کیا ذکر، کسی غیرت والے عاقل مرد کو بھی چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی حرمت میں شک باقی نہیں رہتا۔ [1]

اب سوال یہ ہے کہ اس موجودہ دور کا تو کیا ذکر، انسانی تاریخ میں کوئی ایسا دور آیا بھی ہے جب کہ عورتوں نے اپنے چہرہ اور ہاتھوں کی زینت و آرائش نہ کی ہو؟ زینت و آرائش کرنا عورت کی فطرت میں بالخصوص داخل ہے۔ زینت کی اشیاء میں میک اپ کا سامان زینت زیورات اور بالوں وغیرہ کی مختلف صورتوں میں قطع و برید سب کچھ شامل ہے پھر زینت کا اصل محل چہرہ ہے۔ دوسرے نمبر پر ہاتھ ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر پاؤں ہیں۔ دور نبوی میں بھی یہی کچھ ہوتا تھا اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے بقیہ ادوار میں بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ تو پھر کون سا دور ہو گا جس میں چہرہ اور ہاتھوں کے پردہ کو واجب قرار نہ دیا جائے۔

دلائل کا جائزہ اب ہم ان آٹھ احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔ جن سے موصوف نے چہرہ کے پردہ کے عدم وجوب پر استشہاد فرمایا ہے اب اتفاق کی بات یہ ہے کہ جو احادیث اس سلسلہ میں پیش کی گئی ہیں۔ ان سب میں چہرہ کے پردہ کی کوئی نہ کوئی علت ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی علت کی نشاندہی ہم کر دیں گے۔

دلیل ۱ عن جابر بن عبداللہ قال اشتشہدت مع رسول اللہ الصلوات یوم العید فبدأ بالصلوۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ ثم قام متوکئا علی بلال فامر بتقوی اللہ، وحث علی طاعتہ ووعظ الناس وذکرھم۔ ثم مضی حتی اتی النسآء فوعظھن وذکرھن۔ فقال تصدقن فان اکثرکن حطب جھنم، فقالت امرأۃ من النسآء سفعاء الخدین (ای فیھما تغیر وسواد) فقالت! لم یا رسول اللہ؟ قال: لانکن تکثرن

---

[1] رسالہ مذکور ص ۵۳

الشکاة وتکفرن العشیر، قال: فجعلن یتصدقن من حلیهن یلقین فی ثوب بلال من اقرطهن وخواتمهن[1]

جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میں عید کے دن عید کی نماز کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ تھا۔ آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع کی پھر حضرت بلالؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے کھڑے ہوئے لوگوں کو اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا۔ اور اللہ کی اطاعت کی ترغیب دلائی اور وعظ نصیحت کی پھر چلے اور عورتوں کے پاس آئے انہیں وعظ و نصیحت کی پھر کہا کہ صدقہ کیا کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ مجمع کے درمیان سے ایک عورت نے جس کے رخساروں پر کالے داغ تھے کہا: کیوں یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ تم عورتیں اکثر شکوہ کرتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو" حضرت جابر کہتے ہیں۔ پھر عورتوں نے اپنے زیورات سے صدقہ دینا شروع کیا وہ حضرت بلال کے (بچھائے ہوئے) کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) عورتوں کا مجمع مردوں سے الگ تھا۔ اس سے اختلاط مرد و زن کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔

(۲) جو عورت درمیان سے اٹھی وہ بدصورت تھی جس کے منہ پر کالے داغ تھے۔ جنہوں نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔ نیز اس نے میک اپ وغیرہ کے ذریعہ اس بدصورتی کو چھپایا بھی نہ تھا اور وہ نظر آرہے تھے۔ ایسی عورت کے دیکھنے سے تو پہلے سے پیدا شدہ جنسی میلان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ از سرِ نو پیدا ہو۔ پھر اس حدیث میں یہ صراحت بھی نہیں کہ وہ عورت لونڈی یا کنیز تھی یا آزاد؟ اور لونڈیوں کی رخصت تو بہر حال ثابت ہے۔ لہٰذا یہ حدیث قطع نزاع کے لیے مفید نہیں ہو سکتی۔

---

[1] (رسالہ مذکور ص ۲۶، ۲۷)

(۳) عورتیں اپنے زیور حضرت بلال کے پھیلائے ہوئے کپڑے میں ڈالتی تھیں؛ اس سے موصوف شاید یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہاتھوں کا پردہ واجب نہیں۔ حالانکہ یہ ایک اضطراری صورت ہے کیونکہ یہ پھینکنے کا عمل ہاتھوں کو نکالے بغیر ممکن نہیں ۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور حدیث (حدیث نمبر ۶) موصوف نے اس رسالہ کے ص ۳۲ پر درج فرمائی ہے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فرایتھن یھوین بأیدیھن یقذفنہ (وفی روایتہ) یلقین الفتاخ والخواتم) فی ثوب بلال۔ ثم انطلق ھو وبلال الی بیتہ [1]

تو میں (یعنی ابن عباسؓ) نے دیکھا کہ وہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے بلالؓ کے کپڑے میں پھینک رہی تھیں (اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنی نگوں والی اور بغیر نگوں والی انگوٹھیاں ڈال رہی تھیں) پھر آپؐ اور حضرت بلالؓ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ۔

اس حدیث میں ہاتھوں سے زیور پھینکنے کے عمل سے موصوف نے ہاتھوں کو حجاب کے وجوب سے خارج کرنا چاہا ہے۔ اور اس کا جواب پہلی حدیث میں آچکا ہے۔

دلیل ع۲ عن ابن عباس: ان المرأۃ من خثعم استفتت رسول اللّٰہ (فی حجۃ الوداع یوم النحر) والفضل بن عباس ردیف رسول اللّٰہ (وکان الفضل وحبلا وفیئا) الحدیث وفیہ)

"فاخذ الفضل بن عباس یلتفت الیھا۔ وکانت المرأۃ حسنا (وفی روایۃ: وضیئۃ) وتنظر الیہ فاخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بذقن الفضل فحوّل وجھہ من الشق الاٰخر" [2]

ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع میں (قربانی کے دن

---

[1] ایضاً ص ۳۲،

[2] (ایضاً ص ۲۸

رسول اللہ سے فتویٰ پوچھا اور فضل بن عباس رسول اللہ کے پیچھے سوار تھے (اور یہ فضل بن عباس ایک خوش شکل آدمی تھے، الحدیث اور اسی میں روایت ہے کہ فضل بن عباس نے اس عورت کی طرف نظریں جما دیں اور وہ ایک حسین عورت تھی (اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خوش شکل تھی) (اور وہ عورت فضل بن عباس کو دیکھنے لگی) تو رسول اللہ نے فضل بن عباس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر ان کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

یہ قصہ علی ابن ابی طالب نے روایت کیا ہے اور کہا یہ کہ استفتاء کا واقعہ قربان گاہ کے قریب پیش آیا تھا۔ جب کہ رسول اللہ رمی الجمار سے فارغ ہو چکے تھے۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو یہی وہ حدیث ہے (اصبانی صاحب کے موقف کی جان ہے اس حدیث کو آپ نے مقدمہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث سے آپ نے درج ذیل نتائج اخذ کیے ہیں۔

(۱) وہ عورت اس وقت حالت احرام سے نکل چکی تھی۔ لہٰذا حالت احرام کے بعد بھی چہرہ کھلا رکھنے کا ثبوت مہیا ہو گیا۔

(۲) رسول اللہ نے فضل بن عباس کے چہرہ کا رخ موڑ دیا۔ یہ نہیں کیا کہ اس عورت کو کہیں کہ وہ چہرہ چھپا لے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ عام حالات میں عورت کے لیے چہرہ کا پردہ واجب نہیں۔

اب دیکھیے کہ دسویں ذی الحجہ (یوم النحر) کو بالترتیب چار کام کرنے ہوتے ہیں (۱) رمی الجمار (۲) قربانی (۳) حلق اور طہارت (۴) طواف اضافتہ قرآن کریم کی رو سے حلق کا کام قربانی کے بعد ہوتا ہے ارشاد و باری ہے۔

ولا تحلقوا رءوسكم حتى يبلغ الهدى محله [1]

اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ۔

اور دوسری جگہ سورہ حج آیت ۲۹۔۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طہارت کا کام

---

[1] ۲۔۱۹۶

قربانی کرنے کے بعد ہوگا۔

اب علامہ موصوف کی پیش کردہ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ رمی الجمار سے فارغ ہوچکے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ عورت بھی ابھی رمی الجمار سے فارغ ہوئی تھی یا نہیں ؟ ابھی قربانی کا کام بھی باقی تھا۔ اور اس کے بعد ہی حلق، طہارت یا احرام کھولنے کی باری آتی ہے۔ اندریں صورت کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ عورت حالت احرام سے نکل چکی تھی۔ چنانچہ اس حدیث سے متعلق اکثر علماء یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ عورت اس وقت حالت احرام میں تھی۔ لہٰذا موصوف کا پیش کردہ نتیجہ درست نہیں۔ اور قطع نزاع کے لیے قطعاً غیر مفید ہے۔

دلیل ۳ - عن سهل بن سعد: ان المرأة جاءت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله جئت لأهب لك نفسى، فنظر اليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فصعد النظر اليها وصوّبه ثم طأطأ راسه، فلما رأت المرأة انه لم يقصد فيها جلست ..... الحديث [1]

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ص! میں اس لیے آئی ہوں کہ اپنی جان آپ کے لیے ہبہ کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا پھر اس کی طرف نظر اٹھائی پھر نیچے کر لی۔ پھر سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ ص اس معاملہ کا ارادہ نہیں رکھتے تو بیٹھ گئی ۔۔۔۔ الحدیث۔

یہ حدیث بھی قطع نزاع کے لیے کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح یا منگنی سے پیشتر فریقین کے ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ حضور ص نے اسے ایک مستحسن فعل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ایسی دو احادیث ذکر آئے ہیں۔ پھر یہ کیسے

---

[1] (رسالہ مذکورہ ص ۵۳ ۲۹)

ممکن تھا کہ آپ خود اس پہ عمل نہ کرتے۔ وہ عورت جو آپ کے نکاح میں آنے کی خواہشمند تھی۔ جب تک آپ اس کا چہرہ نہ دیکھتے۔ یا وہ عورت آپ کو اپنا چہرہ نہ دکھاتی آپ اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیسے کر سکتے تھے؟

دلیل ع۴ | عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کن نسآء المؤمنت یشھدن مع النبی صلوۃ الفجر متلفعات بمروطھن، ثم ینقلبن الی بیوتھن حین یقضین الصلوۃ لا یعرفن من الغلس[1] (ایضاً)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ہم مؤمن عورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز اس حالت میں ادا کرتیں کہ ہمارے سر چادروں سے ڈھکے ہوتے تھے پھر جب ہم نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے گھروں کو واپس آتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جا سکتی ہیں۔

اس حدیث سے صاحب موصوف نے حواشی میں یہ نتیجہ پیش فرمایا ہے کہ "اگر اندھیرا نہ ہوتا تو وہ پہچانی جاتی اور چونکہ پہچانا چہرہ ہی سے جا سکتا ہے جو کھلا ہوتا تھا۔ تو یہی ہمارا مطلوب ہے جو ثابت ہو گیا۔

اب دیکھیے اس ثبوت میں جتنی جان ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہے حالانکہ نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلتا ہے۔ چہرہ کو چھپانے کی ضرورت تو تب ہوتی ہے جب وہ نظر آ سکتا ہو۔ پھر جب اندھیرا ہی گہرا ہو کہ چہرہ پہچانا ہی نہ جا سکتا ہو۔ تو کپڑے سے چہرہ ڈھانپنے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ پھر یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جو:

(۱) آیۂ حجاب کا محل چہرہ کو سمجھتی تھیں۔

(۲) جنہوں نے ایک نابینا سے بھی چہرہ کا پردہ کیا۔

(۳) حالت احرام میں راہ گزروں سے چہرہ کا پردہ کیا کرتی تھیں۔

(۴) اس حدیث سے البتہ یہ بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ عورتوں کو صرف اندھیرے

---

[1] رسالہ (مذکور ص ۵۳

کی نمازوں میں مسجد جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ جیسا کہ امام بخاری نے اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ اگر چہرہ کا پردہ ضروری نہیں تو دن کی نمازوں میں عورتوں کو کیوں اجازت نہیں دی گئی؟ (واضح رہے کہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں مستثنیات میں ہیں)

دلیل ۵: عن فاطمة بنت قيس ان ابا عمرو بن حفص طلقها البتة و هو غائب .... فجاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت له .... فامرها ان تعتد فى بيت ام شريك۔ ثم قال: تلك امرأة يغشاها اصحابى اعتدى عند ابن ام مكتوم، فانه رجل اعمى تضعين ثيابك (عنده)

(وفى رواية) انتقلى الى ام شريك ... وام شريك امرأة غنية من الانصار عظيمة النفقة فى سبيل الله۔ ينزل عليه الضيفان فقلت سافعل فقال: لا تفعلى، ان ام شريك امرأة كثيرة الضيفان، فانى اكره ان الخ [1]

فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ جب انہیں (ان کے خاوند) عمرو بن حفص نے تین طلاقیں دے دیں اور وہ غائب تھا۔۔۔ تو فاطمہ بنت قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور انہیں یہ معاملہ بتلایا۔ تو آپؐ نے فاطمہ بنت قیس کو حکم دیا کہ وہ اپنی عدت ام شریک کے گھر میں گزارے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یہ عورت (ام شریک) ایسی ہے جس کے ہاں میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں۔ لہٰذا تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو۔ کیونکہ وہ اندھا آدمی ہے تو اس کے ہاں کپڑے تک اتار سکتی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فاطمہ بنت قیس کو فرمایا کہ: ام شریک کے ہاں منتقل ہو جا ــــ ام شریک انصار کی ایک غنی عورت تھی جو اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرتی تھی، اس کے ہاں بہت مہمان آتے تھے میں نے عرض کیا میں ام شریک کے ہاں چلی جاتی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کر کیونکہ ام شریک کے ہاں بہت

---

[1] مسلم ابوداؤد) ایضاً ۳۰

بہت مہمان آتے جاتے ہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہارے سر سے دوپٹہ گرا ہوا ہو یا پنڈلی سے کپڑا اٹھا ہوا ہو اور یہ لوگ تجھے اس حالت میں دیکھیں جو تجھے ناگوار ہو۔ لیکن تو اپنے چچا ابن ام مکتوم (نابینا) کے ہاں چلی جا۔

اس حدیث سے علامہ موصوف نے یوں استدلال فرمایا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے خمار کا ذکر کیا جس سے سر اور گریبان کو ڈھاپنا جاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ چہرہ کا پردہ واجب نہیں"۔

اور ہمارا استدلال یہ ہے۔ کہ خمار کا تعلق گھر کے اندر کی دنیا سے ہے۔ تو جب کوئی ایسا شخص اہل خانہ کی اجازت سے، گھر کے اندر داخل ہوگا جس سے عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے تو وہ یہ پردہ خمار ہی سے کرے گی اور کر سکتی ہے جلباب سے نہیں گویا رسول اللہ ﷺ نے خمار کا لفظ کہہ کر مقامات ستر و حجاب دونوں کا لحاظ رکھا ہے۔ اور ینکشف الثوب عن ساقیك کہہ کر بالخصوص مقامات ستر کا۔

علاوہ ازیں فاطمہ بنت قیس کی عدت گزارنے کا قصہ بالکل اضطراری نوعیت کا ہے یہ ایک درشت مزاج خاتون تھیں۔ ان کا خاوند شام میں تھا جب یہ طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ ان کا گھر جنگل میں تھا۔ جہاں آس پاس مکانات نہیں تھے۔ لہٰذا مال اور ناموس دونوں چیزوں کی حفاظت کا مسئلہ بھی سامنے تھا لہٰذا خاوند کے گھر میں یہ عدت گزار نہیں سکتیں تھیں۔ اگرچہ فاطمہ بنت قیس کا نفقہ اس کے ذمہ بھی نہ تھا۔ تاہم اس نے جو کچھ اس سراغاً جیلا کے طور پر بھیجا اسے فاطمہ بنت قیس نے حقیر سمجھ کر ٹھکرا دیا تھا۔ یہ تھے وہ خصوصی حالات جن کی بنا پر یہ واقعہ عدالت نبوی تک آیا۔ اور اس واقعہ کی تفصیلات تقریباً صحاح کی سب کتابوں میں موجود ہیں۔ اندریں حالات رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں جو فیصلہ دیا۔ اس سے بہتر اس کے حق میں اور کوئی فیصلہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یعنی جہاں فتنہ کا امکان زیادہ تھا۔ وہاں سے آپ نے روک دیا اور جہاں یہ امکان کم تر تھا۔ وہ جگہ تجویز فرمائی۔

دلیل نمبر ۶ عن سبیعة بنت حارث: انها کانت تحت سعد بن خولة فتوفی علیها فی حجة الوداع وکان بدریا فوضعت حملها قبل ان ینقضی اربعة اشهر و عشرة من وفاته فلقیها ابو السنابل بن بعكك حین تعلت من نفاسها وقد

اکتحلت (واختضبت وتہیات) فقال لہا اربعی علیٰ نفسك۔ اونحو ھٰذا۔ لعلك تریدین النکاح؟ انّہا اربعۃ اشھر وعشر من وفاۃ زوجك، قالت فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت لہ ما قال ابو السنابل بن بعکك، قال: قد حللت اذا وضعت" [1]

سبیعہ بنت حارث کہتی ہیں کہ وہ سعد بن خولہ کی بیوی تھیں۔ سعد جو بدری صحابی تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر فوت ہو گئے۔ سبیعہ کے ہاں چار ماہ دس دن کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔

پھر اسے ابو السنابل بن بعکک اس وقت ملا جب وہ نفاس سے فارغ ہو گئی۔ اس نے سرمہ لگایا (اور مہندی لگائی اور تیار ہو گئی) تو اسے ابو السنابل نے کہا۔ کچھ توقف کرو۔ یا کچھ ایسے ہی لفظ کہے ـــــ شاید تو نکاح کا ارادہ رکھتی ہے؟ کہ تیرے شوہر کی وفات کو چار ماہ دس دن گزر جائیں۔ سبیعہ بن حارث کہتی ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور جو کچھ ابو السنابل نے کہا تھا آپؐ کو بتلایا۔ آپ نے فرمایا تو تو اسی وقت سے حلال ہو گئی تھی جب تو نے بچہ جنا تھا۔"

اس حدیث سے موصوف نے حاشیہ میں یہ نتیجہ پیش فرمایا ہے۔ کہ صحابی عورتوں میں ہاتھوں اور چہرہ یا کم از کم آنکھوں کا پردہ معروف نہ تھا۔ لیکن ساتھ ہی حاشیہ میں انہوں نے اس کا جواب بھی درج فرما دیا۔ جس کی طرف غالباً آپ کی توجہ نہیں گئی اور وہ جواب یہ ہے۔

واصلہ فی الصحیحین وغیرھما۔ وفی روایتہا تجملت للخطاب وفیہا ان ابا السنابل کان خطبہا فابت ان تنکحہ۔

اس حدیث کا اصل صحیحین اور دوسری حدیث کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ کہ: سبیعہ بنت حارث نے منگنی کے لیے زینت کی تھی۔ نیز اس روایت میں یہ بھی ہے

---

[1] ایضاً ص ۴۲

کہ ابو السنابل نے اسے منگنی کا پیغام بھیجا تھا۔ تو سبیعہ بنت حارث نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

اب یہ ظاہر ہے کہ جب منگنی کا معاملہ ہو تو فریقین کو ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ یہ فعل مستحب ہے۔ اب سبیعہ بنت حارث اور ابو السنابل کے درمیان منگنی کی بات تو چل رہی تھی۔ اسی امید کے تحت وہ سبیعہ کے ہاں گیا یا ملاقات کی۔ تو سبیعہ آخر اس سے پردہ کیوں کرتی؟ اسے بھی تو ابو السنابل کو دیکھنا ضروری تھا۔ پھر جب اس نے دیکھا تو نکاح سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اس واقعہ سے وہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں جو موصوف نے پیش کیا ہے۔

دلیل نمبر ۷ وعن ابن عباس: ان امراۃ اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبایعہ ولم تکن **مختضبۃ** فلم یبایعھا حتی اختضبت [۱]

ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت بیعت کے لیے آئی اس نے ہاتھوں کو مہندی نہیں لگائی تھی۔ تو آپ نے اسے اس وقت تک بیعت نہ کیا جب تک اس نے مہندی نہ لگائی۔

اس حدیث کا حوالہ موصوف نے درج نہیں فرمایا کہ اس پر کچھ تبصرہ کیا جا سکے۔ البتہ اس کے خلاف بعض ایسی صحیح احادیث ضرور موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ عورتوں سے بیعت کے دوران ان کے ہاتھوں کا مصافحہ تو درکنار چھوتے تک نہ تھے۔ مثلاً

(۱) امیمہ بنت رقیقہ اپنی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے کہا۔

ھلم نبایعك یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا اصافح النساء [۲]

یا رسول اللہ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ ہم آپ سے بیعت کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتا۔

---

[۱] (رسالہ مذکور ص ۳۲)

[۲] ایضاً ص ۳۳ [۳] (موطا امام مالک۔ کتاب الجامع۔ باب ما جاء فی البیعۃ)

پھر جب آپؐ ان کے ہاتھوں کو چھوتے تک نہ تھے۔ تو آپ کا ان کے ہاتھوں کو دیکھنے یا عورتوں کا اپنے ہاتھ دکھانے کی کیا تک ہے۔

کیا چہرہ کا پردہ صرف ازواج مطہرات کیلئے تھا؟

اب ہم امبانی صاحب کے اس نظریہ کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ کہ دورِ نبوی میں چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ صرف ازواجِ مطہرات کے لیے مختص تھا۔ پھر "فضلیات انسار" میں دورِ نبوی کے بعد رائج ہوگیا"

یہ نظریہ درج ذیل دلائل کی بناء پر درست نہیں :-

دلیل نمبر ۱ | یا ایّھا النبیّ قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلا بیبھنّ لہ

اے نبیؐ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ (جب باہر نکلیں) تو اپنی چادریں اوپر سے لٹکا لیا کریں۔

اب دیکھیے فریقین میں یہ بات مسلم ہے کہ ازواج النبی چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ کیا کرتی تھیں۔ اب یہ چہرہ کے پردہ کا حکم دو ہی آیات سے مستنبط ہوسکتا ہے۔

ایک تو ہے مندرجہ بالا آیت ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ حکم ازواج النبیؐ کے لیے ہے بالکل ویسے ہی حکم نساء المومنین کیلئے بھی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں عورتوں کو اس حکم سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری آیت جس سے چہرے کے پردے کا استنباط کیا جاتا ہے وہ آیتِ حجاب ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے خود بھی استنباط کرکے واقعہ افک کے دوران چہرہ کا پردہ کیا تھا اس آیت میں اگرچہ یہ حکم امہات المؤمنین سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم حجاب و استیذان کا حکم بعد میں (سورۂ نور آیت ۲۷) تمام مسلمانوں کے لیے بھی لازمی قرار دیا گیا۔ لہٰذا اس لحاظ سے بھی عام

لہ (۳۳-۵۹)

مسلمان عورتوں کو چہرے کے پردے کے حکم سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

دلیل ع۲ | رسول اللہ صلی اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ:

احرام والی عورت نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستانے پہنے۔

آیا آپ کا یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لیے ہے یا تمام مسلمان عورتوں کے لیے؟ اگر یہ خطاب عام ہے تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عہد نبوی میں عام مسلمان عورتوں میں چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ رائج تھا۔

دلیل ۳ | حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ حالت احرام میں تھیں۔ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے، جب ہمارے سامنے آتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی چادر اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیتی۔ پھر جب وہ گزر جاتے تو ہم پردہ پیچھے ہٹا لیتے [1]
اس حدیث کو موصوف نے بھی اپنے رسالہ کے ص ۵۰ پر درج فرمایا ہے۔ اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ چہرہ کے پردہ کے معاملہ میں اتنی سخت تھیں کہ حالت احرام میں، (جب کہ چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے) بھی اجانب سے چہرہ کا پردہ ضروری سمجھتی تھیں۔

(۲) حدیث میں لفظ نحن آیا ہے۔ اب اس نحن سے مراد صرف ازواج مطہرات لینے کے لیے کونسی دلیل ہے۔ کیوں نہ اس سے یہ سمجھا جائے۔ کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوسری مسلمان عورتیں بھی تھیں جو حالت احرام میں بھی چہرہ کا پردہ کیا کرتی تھی۔ اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے۔

دلیل نمبر ۴ | اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہو۔ کہ ہم مردوں سے اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں اور اس سے پیشتر (احرام کی حالت سے پہلے) کنگھی بھی کر لیا کرتی تھی۔

یہ حدیث موصوف نے اپنے رسالہ کے ص ۵۱ پر درج فرمائی ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث غلطی سے درج ہو گئی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث آپ کے مؤقف کی پوری پوری تردید کر رہی ہے۔ اس لیے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر دور نبوی میں موجود بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں سے بھی نہیں تھیں۔ ان دونوں باتوں کے باوجود وہ مردوں سے چہرے کا پردہ بھی کرتی تھیں۔

---

[1] (ابوداؤد۔ کتاب المناسک۔ باب فی المحرمة

ان تمام دلائل سے واضح ہے کہ عہد نبوی میں چہرے کا پردہ ازواج مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں میں بھی مروج تھا۔ اس میں اگر استثناء ہے۔ تو صرف یہ کہ لونڈیوں کے لیے پورے کا پردہ ضروری نہ تھا۔ اور یہی کچھ صحابہ کرام بھی سمجھتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد جو غلام اور لونڈیاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں ان میں سے صفیہ بنت حی کو رسول اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا۔ صحابہ کرام نے یہ گمان کیا کہ اگر آپ نے صفیہ سے پردہ کرایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اسے آزاد کر کے اپنی بیوی بنائیں گے اور اگر پردہ نہ کرایا تو لونڈی کے طور پر رکھیں گے۔

آگے حدیث کے الفاظ ہیں کہ:

رسول اللہ نے حضرت صفیہ کو کپڑے سے ڈھانپا اور اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر اس کی پشت اور چہرے پر ڈال دی اور اس کے ساتھ سفر کیا اور اس کو اپنی بیوی بنا لیا۔ [1]

پردہ کے مخالفین کے بعض دوسرے اعتراضات

۱- مردوں کے لیے غض بصر کا حکم کیوں

اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر عورتوں پر چہرہ کا پردہ واجب ہے تو مردوں کو غض بصر کا حکم کیوں دیا گیا؟ واضح رہے اس اعتراض کو امیانی صاحب نے اپنے رسالہ میں ص ۳۴ پر درج فرمایا ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) معاشرہ میں غیر مسلم خواتین بھی موجود ہوتی ہیں۔ جن کے لیے پردہ ضروری نہیں اور وہ عموماً تبرج الجاھلیۃ کے پورے ساز و سامان کے ساتھ کھلے منہ پھرتی ہیں۔

(۲) ایسے اتفاقی واقعات بھی ممکن ہیں۔ کہ مسلم عورت بے حجاب ہو اور اس پر نظر جائے جیسے ہوا کی وجہ سے نقاب کا اٹھ جانا یا چھت پر سے کسی مرد کی نظر کسی ہمسایہ کی عورت پر پڑ جانا یا بر سر راہ اتفاقاً یک دم کسی ایک فریق کا سامنے آجانا وغیرہ۔

(۳) حج کے دوران عورتوں کو ویسے ہی چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کا حکم ہے۔

انہی وجوہ کی بنا پر عورتوں کے چہرہ کے حجاب کے باوجود مردوں کو بھی غض بصر کا حکم

---

[1] رسالہ مذکور ص ۵۰

دیا گیا۔

۲۔ حضرت عائشہؓ اور جنگ جمل

اس واقعہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ عورت کا گھر اس کا مستقل مستقر نہیں بلکہ وہ بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

(۱) یہ واقعہ ایک استثنائی کی اور اضطراری امر تھا۔ شہادت عثمانؓ کے قصاص کے سلسلہ میں پوری امت مسلمہ دو گروہوں میں بٹ گئی تھی۔ قصاص چونکہ قرآن کا حکم ہے اس لیے حضرت عائشہ کو ایسے اہم اور بنیادی مسئلہ میں قصاص کا مطالبہ کرنے والوں کا ساتھ دینا پڑا۔

(۲) وہ خود اس جنگ میں شامل ہونے کے واقعہ کو اپنی غلطی تسلیم کرلیں تو پھر اعتراض کی کیا بات رہ جاتی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں اور ابن المنذر ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق کی یہ روایت نقل کی ہے کہ۔

"جب حضرت عائشہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت "وقرن فی بیوتکن" پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا۔ کیونکہ اس پر انہیں اپنی وہ غلطی یاد آجاتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی تھی[1]"

۳۔ غیر محرم کے ساتھ سفر

محرم کے بغیر سفر کے جواز میں حضرت ام حبیبہ ام المومنینؓ کا وہ واقعہ سفر پیش کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے صحابہ رسول اللہ کی میت میں حبش سے مدینہ تک اختیار کیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ام حبیبہ اور ان کے خاوند عبیداللہ بن جحش دونوں ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبیداللہ دائم الخمر تھا۔ بعد میں اہل حبشہ کا عیسائی مذہب بھی اختیار کرلیا۔ گویا اس غریب الوطنی میں ام حبیبہ کا رہا سہا سہارا بھی جاتا رہا۔ رسول اللہؐ کو جب

---

[1] (بحوالہ تفہیم القرآن ج ۴ ص ۹۱

یہ صورت حال معلوم ہوئی۔ تو آپ نے عمرو بن امیہ الفہری کو ملک حبشہ میں بھیجا تاکہ ام حبیبہ کو رسول اللہ کی طرف سے نکاح کا پیغام دے۔ اس پیغام پر آپ اتنی خوش ہوئیں کہ اللہ کا شکر ادا کیا اور بطور شکرانہ اپنے جسم کا تمام زیور لونڈی کو عطا کر دیا۔ خطبہ نکاح خود ملک حبشہ نجاشی نے بھی پڑھا اور ام حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید نے بھی۔ اور نکاح کے بعد نجاشی نے تمام حاضرین کو کھانا کھلایا۔ پھر آپ کو اصحاب رسول کی معیت میں مدینہ بھیج دیا گیا۔

اب دیکھئے کہ اس سے زیادہ بھی کچھ اضطراری حالات ہو سکتے ہیں؟ کیا شرعی احکام کی بنیاد اضطرار پر رکھی گئی ہے یا عام حالات پر؟ ام حبیبہ کا جب کوئی محرم موجود ہی نہ تھا تو کیا پھر وہ اکیلی سفر کرتیں؟ اضطراری حالت میں تو مردار کھانے کی بھی اجازت قرآن کریم سے ثابت ہے تو اس سفر کو۔ جو اکیلے بھی نہیں بلکہ اصحاب رسول اللہ کی معیت میں طے کیا گیا تھا۔ اعتراض کی بنیاد کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

۴۔ معاشرہ کی پاکیزگی | یہ اعتراض دراصل حجاب شکنی کی راہ ہموار کرنے کیلیے ایک سوال کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے جلباب اوڑھنے کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ انہیں آوارہ مزاج اور بدمعاش تنگ نہ کریں۔ اب اگر کسی معاشرہ میں یہ آوارگی اور بدمعاشی ختم ہو جائے اور عورتوں کو کوئی نہ ستائے اور نہ تنگ کرتے تو کیا پھر بھی حجاب کی ضرورت باقی رہ جائے گا۔

اب دیکھئے اس "نہ ستانے کی دو ہی صورتیں تصور کی جاسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ معاشرہ اخلاق اعتبار سے اتنی بلند سطح پر چلا جائے کہ کوئی مرد کسی عورت سے کبھی چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ یہ صورت اس لیے محال ہے کہ جب دور نبوی میں ایسا معاشرہ قائم نہ ہوسکا ــــــ جس کا ثبوت ان آیات کے نزول کے بعد زنا اور حد زنا کے واقعات ہیں ــــــ تو پھر اور کون سے دور میں ایسا پاکیزہ معاشرہ قائم ہو سکے گا۔ احکام ستر و حجاب کی تعمیل سے ایسے واقعات میں نمایاں کمی ضرور واقع ہو جاتی ہے لیکن ان کا یکسر ختم ہو جانا ناممکنات سے ہے۔ اور اگر بفرض محال یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورتوں کے چہرہ کے چھپانے پر اعتراض کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ جب کوئی

مرد کسی عورت سے تعرض کرنا پسند ہی نہ کرے تو اس کی بلا سے عورت چہرہ چھپائے یا نہ چھپائے۔
اور دوسری صورت یہ ہے کہ عورت کی فطرت کو اس حد تک مسخ کر دیا جائے کہ وہ اس "چھیڑ چھاڑ" کو تکلیف کے بجائے اپنی خوش بختی سمجھنے لگے اور اسے خوش آمدید کہے، جیسا کہ آج کل مغربی دنیا میں ہو رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں واقعی حجاب کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی لیکن یہ معاشرہ اخلاقی اعتبار سے ارذل ترین مقام تک جا پہنچے گا جسے معاشرۂ جاہلیت کا نام ہی دیا جا سکتا ہے اسے معاشرۂ اسلامی کہنا بھی اسلام کی توہین ہے۔

چند متفرق مباحث

بلحاظ احکام ستر و حجاب معاشرہ کی اقسام

ستر و حجاب کے احکام کے اطلاق کے لحاظ سے معاشرہ کو مندرجہ ذیل پانچ چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اجانب اجنبی لوگوں سے مراد وہ غیر محرم مرد ہیں جن سے کسی قسم کی بھی رشتہ داری نہ ہو اور ان کا تعلق بالعموم گھر سے باہر کی دنیا سے ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ بھی ضروری ہے۔ الا یہ کہ کوئی ایسا عذر موجود ہو جس کا ذکر استثنائی صورتوں میں کیا گیا ہے۔

(۲) محرم محرم سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں۔ جن سے کسی عورت کا نکاح کلی یا جزوی طور حرام ہو سوائے خاوند کے اور وہ یہ ہیں

(۱) خاوند (۲) باپ (۳) سسر (۴) حقیقی بیٹے (۵) سوتیلے بیٹے (۶) بھائی (۷) بھتیجے (۸) بھانجے (۹) حقیقی چچا (۱۰) ماموں (۲۴ـ۳۱) یہ گننے میں تو صرف دس ہیں مگر ان کا تعلق بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ:

(ا) آباء کے مفہوم میں صرف باپ ہی نہیں بلکہ دادا اور نانا، پڑنانا سب آ جاتے ہیں۔ ایک عورت کے لیے اس کے اپنے ددھیال یا ننھیال کے بزرگ ہوں یا اپنے خاوند کے سب محرمات میں داخل ہیں۔

(ب) بیٹوں میں پوتے، پڑپوتے اور نواسے، پڑنواسے سب شامل ہیں۔ نیز سوتیلے بیٹوں

کی اولاد بھی محرمات میں شامل ہے۔

(ج) بھائیوں میں حقیقی اخیافی اور علاتی (یعنی سگے بھائی سوتیلے اور ماں جائے بھائی) سب شامل ہیں۔

(د) اسی طرح بھائی بہنوں کے بیٹوں سے مراد تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد ہے۔ یعنی ان کے پوتے، پڑپوتے اور نواسے وغیرہ۔

پھر اس فہرست میں اتنی ہی تعداد رضاعت کے لحاظ سے رشتہ داروں کی شامل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ "جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں۔ وہ رضاعت کے لحاظ سے بھی حرام ہیں"[1]

اس ضمن میں درج ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشة ان افلح اخا ابی القعیس جاء یستأذن علیھا وھو عمّھا من الرضاعة بعد ان نزل الحجاب فابیت ان اذن لهٗ فلم جاء رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اخبرتهٗ بالذی صنعت فامرنی ان اذن لهٗ[2]

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ افلح ابو قعیس کا بھائی جو میرا دودھ چچا تھا۔ میرے ہاں آیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے کے بعد کا ہے لہٰذا میں نے اسے اجازت نہ دی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ سے بیان کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دے دوں۔

ان محرمات میں سے اگر کسی رشتے میں شک پڑ جائے تو حجاب کے احکام لاگو ہو جائیں گے۔ اور اس کی مثال دور نبوی کا یہ واقعہ ہے کہ:

حضرت سودہ ام المؤمنین کا ایک بھائی لونڈی زادہ تھا۔ اس کے متعلق سعد بن ابی وقاص کو اس کے بھائی عتبہ نے وصیت کی کہ اس لڑکے کو اپنا بھتیجا سمجھ کر اس کی سرپرستی کرنا۔ کیونکہ وہ دراصل میرے نطفہ سے ہے۔ یہ مقدمہ جب آپؐ کے پاس آیا تو آپ نے حضرت سعد کا مقدمہ تو یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ:

---

[1] (بخاری: کتاب الشہادت۔ باب علی الانساب الرضاع۔ مسلم۔ کتاب الرضاع)

[2] (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لبن الفحل)

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

بیٹا تو اس کا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر (رجم) ہے۔
اور حضرت سودہ سے فرمایا کہ احتجبي منه یعنی آئندہ اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ یہ رشتہ اب مشتبہ ہو گیا تھا[1] (متفق علیہ)

۳۔ **خاوند کے رشتہ دار** خاوند کے رشتہ داروں سے مراد خاوند کے چھوٹے بڑے بھائی یعنی جیٹھ۔ دیور اور دوسرے رشتہ دار ہیں انہیں عربی میں حمو کہا جاتا ہے) یہ رشتہ دار بھی غیر محرموں میں داخل ہیں۔ ایسے رشتہ داروں کے پردہ کے معاملہ میں ہر دور میں خاصی غفلت برتی جاتی رہی ہے۔ کیونکہ ایسے رشتہ داروں کا گھروں میں بکثرت آنا جانا ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ سے خاوند کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یا رسول الله افرایت الحمو؟ فقال: الحموا لموت[2]

خبردار! غیر عورتوں پر داخل نہ ہوا کرو۔ ایک انصاری صحابی نے کہا یا رسول اللہ خاوند کے رشتہ داروں کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا: خاوند کے رشتہ دار تو موت ہیں۔

۴۔ **بیوی کے رشتہ دار** اس معاملہ کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ آیا بیوی کی بہن (سالی) کو اپنے بہنوئی (یا بزبان پنجابی بھنوجہ) سے پردہ کرنا چاہیئے، ہمارے معاشرے میں اس سوال کو خارج از بحث سمجھ لیا گیا ہے۔ پھر صرف یہی نہیں کہ سالی اپنے بہنوئی سے پردہ نہ کرے بلکہ ان کے آپس میں کھلے ڈھلے مذاق اور چھیڑ چھاڑ کو مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ جو بعض اوقات انتہائی فحاشی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ پنجابی معاشرہ میں یہ مقولہ "سالی ادھی گھروالی" اور "بھنوجہ خصم دوجا" ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس مقولہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیوی

---

[1] (بخاری۔ کتاب الفرائض۔ باب من ادعی اخا وابن اخ)

[2] (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لایخلون رجل)

گھر کی مالکہ ہوتی ہے اسی طرح بیوی کی بہن بھی اس میں برابر کی شریک ہوتی ہے کیونکہ بیوی کا خاوند اس کا بھی خاوند ہوتا ہے۔

اس ضرب المثل پر بار بار غور فرمائیے اور اس کے عواقب ونتائج بھی سامنے لائیے کہ اس سے بڑی فحاشی بھی کوئی ہو سکتی ہے ؟ پھر اگر احکام وستر وحجاب کی علت غائی بھی فحاشی کا انسداد ہے تو اس لحاظ سے بھنوئی سے ضرور پردہ کیا جانا چاہیئے۔

قرآن سے بھی یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہو کسی کے نکاح میں دو بہنیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں" (۲۳/۴) جس کا مطلب یہ ہوا کہ مشروط طور پر محرمات میں داخل ہے۔ بالفاظ دیگر اس پر پردہ واجب نہیں ہے جب تک بیوی کی بہن اس کے نکاح میں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں معاشرہ میں فتنہ اور بگاڑ کی یہ صورت حال ہو وہاں کیا کیا جائے ہمارے خیال میں معتدلانہ رویہ یہی ہونا چاہیئے۔ کہ جہاں فتنہ اور فحاشی کا خطرہ ہو وہاں پردہ واجب ہوگا اور جہاں ایسا خطرہ نہ ہو وہاں چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ بھی ضروری نہیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں ابو داؤد کی ایک حدیث بھی ملتی ہے جو یوں ہے کہ۔ ایک دفعہ حضرت اسماء بنت ابی بکر (حضرت عائشہؓ کی بہن یا آپؐ کی سالی) باریک لباس میں ملبوس آپؐ کے سامنے آئیں تو آپ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا۔

یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح لها ان یریٰ منها الا هذا وهذا واشار الی وجهه وکفیه لہ

اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے (جسم سے) یہ اور یہ کے سوا کچھ دیکھا جا سکے اور آپ نے اپنے منہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) سالی کا اپنے بہنوئی سے چہرہ اور ہتھیلیوں کا پردہ نہیں ہے۔

لہ (ابو داؤد۔ کتاب اللباس۔ باب ماجاء فی ما تبدی المرأة)

(۲) چہرہ اور ہتھیلیاں ستر میں شامل نہیں۔
(۳) باریک لباس جو ساتر نہ ہو۔ یعنی جس سے جسم کے دوسرے اعضاء بھی نظر آئیں، حرام ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ حدیث مجروح ہے اور امام ابوداؤد نے خود بھی یہ کہہ کر بات واضح کر دی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے اس لیے کہ خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ کو نہیں پایا۔ علاوہ ازیں سند کے لحاظ سے اس روایت میں اور بھی چند علتیں ہیں۔ تاہم نتائج .... کے اعتبار سے یہ روایت درست ہے۔ کیونکہ بعض دوسری صحیح روایات بھی ان نتائج کی تائید کرتی ہیں۔

چہرے اور ہاتھوں کے ستر میں شامل نہ ہونے اور غیر ساتر لباس کے حرام ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں۔ رہا سالی کا بہنوئی سے حجاب کا مسئلہ تو یہ واقعہ احوال و ظروف کے لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ۸ھ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے جب حضورؐ کی عمر ۵۹، ۶۰ سال کے لگ بھگ تھی پھر آپ کو اپنی خواہشات پر کنٹرول بھی سب سے زیادہ تھا۔ ان باتوں کے باوجود یہ واقعہ ہمارے لیے کوئی اصولی رہنمائی پیش نہیں کرتا کیونکہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔ ہمیں اپنے سلسلہ میں اپنے احوال و ظروف کے مطابق خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ کس جگہ چہرہ کا حجاب ضروری ہے اور کس جگہ اس میں رخصت ہو سکتی ہے۔

۵۔ <u>باقی عام رشتہ دار</u> مندرجہ بالا تینوں اقسام رشتہ داروں کے بعد بھی دور و نزدیک کے کافی رشتہ دار باقی رہ جاتے ہیں جن کا گھروں میں اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ ایسے رشتہ داروں سے پردہ کے متعلق مختلف اور متضاد قسم کی احادیث ملتی ہیں۔ جن سے کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچا جا سکتا گویا اس میدان کو شریعت نے ہر ایک مسلمان کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ اس معاملہ میں بھی پردہ کے تعین کے لیے دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ایک عمروں کا تفاوت دوسرے جنسی میلان کا غلبہ۔

یہ تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو پردہ سے رخصت دے دی ہے۔ لہٰذا اس کا مخاطب مرد خواہ کسی عمر کا ہو بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا ہو، اس سے بڑھیا پر پردہ واجب

نہیں۔ اگرچہ مستحسن ضرور ہے۔ پھر یہی صورت اگر اس کے برعکس ہو۔ تو بھی احکام ایسے ہی ہوں گے یعنی ایک بوڑھے مرد سے جس کے شہوانی جذبات مرچکے ہیں اگر عورت پردہ نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ خواہ وہ عورت خود جوان ہو یا بوڑھی۔ اگرچہ مستحسن صورت پھر بھی یہی ہوگی۔ کہ وہ پردہ کرے۔

ایک ہی عمر کے نوجوان مردوں یا نوجوان عورتوں کے منفی میلانات میں بہت حد تک تفاوت مشاہدہ میں آتا ہے۔ اگر ایک ہی عمر کا ایک نوجوان مغلوب الشہوت ہے تو دوسرا اسی عمر کا، اس کی نسبت بہت حد تک عفیف ہوتا ہے۔ یہی صورت حال عورتوں کے بارے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اندریں صورت حال شریعت کا مقتضا ہی یہ ہے کہ معاشرہ کو اس میدان میں ادامرو احکام کی جکڑ بندیوں میں کسنے کی بجائے اسے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ اس نے فحاشی کے انسداد اور سدباب کے لیے رہنما اصول بیان کر دیئے ہیں۔

۲- احکام ستر وحجاب کی استثنائی صورتیں

ستر وحجاب کے جو احکام بیان ہو چکے ہیں۔ ان میں یہ بات تو ایک قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ لونڈیوں کو چہرہ اور ہاتھوں کے پردہ کی رخصت تھی۔ جن کا آج کی دنیا میں وجود باقی نہیں رہا۔ لہٰذا یہ رخصت بھی ختم ہوگئی۔ باقی استثناء کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱- اتفاقات یہ کئی طرح کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہوا کے جھونکے سے عورت کا کپڑا اڑ جانا اور اس کی زینت یا چہرہ کا ننگا ہونا اور اس پر کسی کی نظر پڑ جانا یا چھت پر چڑھنے سے کسی دوسرے گھر کے صحن میں نظر پڑ جانا یا رستہ میں مرد وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں عورت کا پردہ اٹھا لینا پھر اتفاقاً کسی مرد کا سامنے آجانا۔ علاوہ ازیں غیر مسلم عورتیں جو سرے سے پردہ کی قائل ہی نہیں ان پر نظر پڑ جانا وغیرہ وغیرہ ایسی تمام صورتوں میں حکم یہ ہے۔ کہ اتفاقی نظر معاف ہے۔ مگر اس کے بعد جو دوسری بار ارادۃً نگاہ اس طرف اٹھے گی تو

وہ قابل گرفت ہے۔ اور کسی کے گھر میں جھانکنا تو اتنا شدید جرم ہے کہ اگر صاحب خانہ اس جرم کے عوض کسی بھی چیز سے مجرم کی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر کوئی ہرجانہ نہیں۔

۲۔ **ضرورت یا افادیت** | افادیت کے پیش نظر منگنی سے پیشتر میاں بیوی کا ایک دوسرے کو دیکھ لینا مستحب ہے۔ خواہ یہ کام کوشش سے ہی کرنا پڑے۔

اور ضرورت یہ ہے کہ عورت معالج یا ڈاکٹر کے سامنے علاج کی غرض سے چہرہ یا ہاتھ تو درکنار، اپنے جسم کا کوئی بھی حصہ بے نقاب کر سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت جنگ کے دوران عورتوں کی خدمات کی ضرورت پڑ جائے تو عورتوں سے ستر و حجاب کے احکام حسب ضرورت اٹھ جائیں گے حتیٰ کہ وہ اپنی پنڈلیاں بھی بوقت ضرورت ننگا کر سکتی ہیں۔ تفتیش جرائم کے سلسلہ میں عورتوں کے مقامات ستر و حجاب کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اضطرار کی کئی صورتیں ہیں مثلاً۔

۳۔ **اضطرار** | (۱) بعض عورتیں اور بالخصوص بیوائیں بعض اوقات اپنا یا اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے کام کاج کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ انہیں اگر چہرہ یا ہاتھ یا کلائی کا کچھ حصہ ظاہر کرنا بھی پڑے تو ان پر مواخذہ نہیں۔ بشرطیکہ زیب و زینت نہ کی گئی ہو، جو ایسی صورت حال میں ان عورتوں کے لیے ممکن بھی نہیں۔

۲۔ اتفاقی حادثات۔ مثلاً کسی کے گھر میں آگ لگ جائے۔ یا سیلاب کی صورت ہو۔ یا کوئی عورت ڈوب رہی ہو۔ یا مکان کی چھت گر جائے وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورتوں میں ستر و حجاب اور استیذان کے تمام احکام ختم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان پر عمل نہ کرنا کارِ ثواب اور فرض ہوتا ہے۔

۳۔ دوران جنگ بھی زخمیوں کو اٹھا کر لے جانے کے سلسلے میں ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں خواہ عورتیں مردوں کو اٹھائیں یا اس کے برعکس صورت ہو۔

۳۔ احکام ستر و حجاب کی پابندیاں عورتوں پر زیادہ کیوں؟

جنسی میلان اگرچہ عورت اور مرد دونوں میں پایا جاتا ہے۔ تاہم اس میلان کی کمیت

اور طریق کار ان دونوں پہلوؤں سے مرد و عورت کے اس میلان میں فرق ہے ۔ کمیت کا فرق یہ ہے کہ عورت اپنی زندگی کے بہت سے لمحات میں جنسی میلان سے نفور ہوتی ہے ۔ جب کہ مرد کسی وقت بھی ایسے میلانات سے نفور نہیں ہوتا ۔ جب بھی موقعہ میسر آجائے فوراً اس کے سفلی جذبات حرکت میں آجاتے ہیں ۔ اسی فرق کی وجہ سے غض بصر کے معاملہ میں عورت کے لیے کچھ رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ اگرچہ غض بصر کا حکم دونوں کو ایک جیسا ہے ۔

اور طریق کار کا فرق یہ ہے کہ زیب و زینت اور آرائش حسن و جمال کا جذبہ عورت کی فطرت میں مرد کی نسبت بدرجہا زیادہ ہوتا ہے ۔ وہ بن سنور کر دعوت نظارہ دیتی ہے ۔ جس سے مرد کے صنفی جذبات میں تحرک پیدا ہو جاتا ہے ۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ فحاشی کی طرف پیش قدمی عورت کی طرف سے ہوتی ہے تو بے جا نہ ہوگا ۔ اگرچہ چھیڑ چھاڑ اور زنا کی طرف عورت اپنی فطری حیا و انا کے باعث پیش قدمی نہیں کرتی تاہم اس فحاشی کے ابتدائی مراحل عورت کی طرف سے وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔ لہٰذا شریعت نے احکام ستر و حجاب کے سلسلہ میں عورت پر ہی زیادہ پابندیاں عائد کی ہیں ۔

جو یہ ہیں ۔

(۱) مرد کے مقامات ستر صرف ناف سے گھٹنوں تک ہیں ۔ جبکہ عورت کا سارا جسم، ماسوائے چہرہ اور ہاتھوں کے، مقامات ستر ہیں ۔

(۲) عندالضرورت حجاب یعنی چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانے کے احکام عورتوں سے متعلق ہیں ۔ مردوں سے نہیں ۔

(۳) آرائش حسن و جمال پر پابندی

(۴) لوچ دار آواز پر پابندی ۔

(۵) خوشبو لگا کر باہر نکلنے پر پابندی

(۶) پاؤں کی جھنکار اور دوسری دلکش اداؤں اور حرکات پر پابندی ۔ اور (۷) اکیلے سفر کرنے پر پابندی ۔

چند مزید وضاحتیں

ہم پہلے بھی بتلا چکے ہیں کہ حجاب کے احکام بذاتہٖ مقصود نہیں ۔ بلکہ اسکا مقصد تا حدّ امکان فحاشی کا انسداد ہے ۔ اور اس چیز کو مثالوں سے بھی واضح کیا گیا تھا کہ احوال وظروف کی بنا پر کیونکہ ان احکام میں شدت اور رخصت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اب ہم چند ایسی مثالیں بیان کریں گے کہ بعض دفعہ نہایت واضح احکام رخصت کی موجودگی میں بھی انسان کو مزید احتیاط کرنا ضروری ہو جاتا ہے ۔

(۱) ماں سے نکاح ماں کا بیٹے سے یا بیٹی کا باپ سے بنص صریح قرآنی کوئی پردہ نہیں ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں ایسے رشتوں کے درمیان شہوانی میلان نہیں پایا جاتا لیکن یہ بات ناممکنات میں سے نہیں ۔ جب لواطت اور حیوانوں سے مجامعت کا وجود ثابت ہے تو محرمات سے زنا بھی ثابت ہے ۔ اور سب کی سزا قتل ہے (ترمذی) حتیٰ کہ عہد نبوی میں ایک واقعہ یوں بھی ہوا کہ کسی شخص نے باپ کے مرنے کے بعد ماں سے نکاح کر لیا تھا ۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے ماموں حارث ابن عمرؓ کو دیکھا ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا ۔ میں نے صورت حال پوچھی تو کہنے لگے کہ رسول اکرمؐ نے مجھے فلاں شخص کے پاس روانہ کیا ہے ۔ اس نے اپنے باپ کی بی بی کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد نکاح کر لیا ہے ۔ حضورؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جا کر اس کو قتل کر دوں [1]

لہٰذا ایسی صورت میں حجاب کے بجائے اجتناب ضروری ہو جاتا ہے ۔

(۲) امرد پرستی دوسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ بنص صریح قرآنی مرد کا مرد سے حجاب نہیں لیکن جس طرح ایک خوبصورت عورت کا چہرہ مردوں کو فتنہ میں مبتلا کر سکتا ہے اسی طرح ایک خوبصورت اور بے ریش لڑکے کا چہرہ بھی مبتلا کر سکتا ہے ۔ ایسی صورت میں فقہاء نے مردوں کے لیے غض بصر کا تاکیدی حکم دیا ہے اور وہ لڑکا عورت کے حکم داخل ہوتا ہے ۔ رد المختار میں

---

[1] (ترمذی ۔ ابواب الحدود ۔ باب فیمن یقول للآخر یا مخنث

ہے۔ فانہ محرم النظر الی وجہھا ووجہ الامرد اذا شک فی الشھوۃ [1]

جنسی میلان کا خطرہ ہو تو اس وقت عورت اور امرد کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہوتا ہے۔

اعتدال کی راہ اگرچہ شریعت مطہرہ نے حجاب کے اکثر احکام کا ذکر کر دیا ہے۔ تاہم احوال و ظروف کا احاطہ ممکن نہیں۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ حجاب کے اصل مقصد کا خیال رکھے۔ اور حجاب کے سلسلہ میں نہ تو اتنا متشدد ہو کہ جہاں شریعت نے پابندی نہیں لگائی اور جنسی میلان کا خطرہ بھی نہ ہو وہاں بھی حجاب کی سختی سے پابندی کرائے۔ اور نہ اتنا نرم ہو کہ فحاشی کے امکانات کے باوجود پردہ کے احکام میں رخصتیں تلاش کرتا پھرے۔

بہر حال یہ باتیں گھر کی چار دیواری کے اندر سے تعلق رکھتی ہیں اور جہاں تک بیرونی دنیا کا معاملہ ہے۔ تو عورت پر بہر حال چہرہ اور ہاتھوں کو بھی ڈھانپنا ضروری ہے۔

البتہ چار احکام ایسے ہیں جو مرد و عورت دونوں کے لیے مشترک ہیں۔

(۱) غیر ساتر لباس پر بندی۔

(۲) نظر بازی پر پابندی غض بصر کی حد تک اس میں عورتوں کے لیے رعایت ہے۔

(۳) اہل خانہ سے اجازت لے کر گھروں میں داخلہ۔ اپنے گھر میں داخلہ کی حد تک عورتوں کو رعایت ہے۔

(۴) عورتوں کو مردوں کی سی اور مردوں کو عورتوں کی ہیئت اور وضع قطع اختیار کرنے پر پابندی:

۴۔ پردہ پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ پردہ کے احکام کی حکمت اور علت نمائی ''فواحش سے

---

[1] (اسلام کا نظام عفت و عصمت ص ۳۱۴)

اجتناب ہے۔ لیکن تہذیب مغرب کا اصل ہدف ہی بے حیائی اور فحاشی کا فروغ ہے۔ اب مستشرقین کی تقلید میں ہمارا مغرب زدہ طبقہ کھل کر تو سامنے نہیں آتا۔ بلکہ اپنے اعتراضات کو عقلی دلائل کے حوالے سے پیش کر کے پردہ کے خلاف صف آرا رہتا ہے۔

یہاں ہم ان کے چند اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ امتناع سے حرص میں اضافہ

وہ کہتے ہیں کہ انسان کی فطرت ہے کہ جس کام سے اسے منع کیا جائے۔ اس پر وہ حریص ہوتا ہے۔ اگر عورتیں مردوں سے چہرے چھپائیں گی تو مردوں کو انکا چہرہ دیکھنے کی ہوس بڑھے گی۔ اور اگر بے حجاب ہوں گی تو یہ ایک عادت سی بن جائے گی۔ لہٰذا کسی شخص کو عورت کا چہرہ دیکھنے کی ہوس ہی ختم ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا اعتراض میں جو اصول پیش کیا گیا ہے وہ اصول ہی غلط ہے پھر اس پر جو نتیجہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ غلط تر ہے۔

اصول اس لحاظ سے غلط ہے کہ مثلاً انسان کو مردار کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی طرف کوئی بھی مائل نہیں ہوتا۔ یہ اصول دو شرطوں کے ساتھ ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ جس چیز سے انسان کو منع کیا گیا ہے وہ اسکے لیے مرغوب بھی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اس مرغوب کا کوئی بدل بھی موجود نہ ہو۔ مثلاً مال و دولت سے انسان کی رغبت ہے۔ لیکن حرام قسم کے مال سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ مال حلال کے ذرائع۔۔۔ موجود ہیں۔ لہٰذا مال حرام سے بچنے کا حکم چوری یا ڈاکہ اور دیگر ناجائز ذرائع کا سبب نہیں بن سکتا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ اللہ کے حکم کی نافرمانی اور عصیان ہوگا۔

پھر اس کلیہ کا پیش کردہ نتیجہ کہ مرغوب چیز مل جانے پر اسکی ہوس ختم ہو جاتی ہے، غلط تر ہے کیونکہ بسا اوقات نتیجہ اس سے بالکل الٹ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مال مل جائے۔ تو حرص اور بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی۔ خواہ اس مال کے حصول کے ذرائع جائز ہوں یا ناجائز۔

اسی طرح اگر بے حجابی عام ہو۔ تو جتنے اشخاص کو جتنے چہرے مرغوب نظر آئیں گے۔ وہ ان کے پیچھے پڑیں گے۔ اور ناجائز ذرائع سے جو ملاقاتیں۔ چھیڑ چھاڑ اور گفتگو کا سلسلہ

شروع ہو گا تو پھر رکے گا نہیں بلکہ زنا تک نوبت پہنچے گی۔ پھر یہ مسئلہ ایک بار کے "وصل" سے بھی حل نہ ہو گا بلکہ حرص اور بڑھتی جائے گی۔ لہٰذا بے حجابی کی اس مہم کا سلسلہ صرف بے حجابی پر ہی ختم نہ ہو گا بلکہ یہ اپنی انتہائی حدوں تک پہنچ کر ہی دم لے گا۔ اور ہمارے ہاں بھی فحاشی سے لبریز ایسا ہی معاشرہ قائم ہو جائے گا جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے۔

۲۔ قفس دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عورتوں کو گھروں میں بند رکھنے کا مطلب ان کا حبس دوام ہے۔ جو ظلم ہے اس اعتراض کو بڑھا چڑھا کر خواہ مخواہ بھیانک صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ عورتوں کی ضروریات کا اسلام نے پورا پورا لحاظ رکھا ہے اور اسے ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض ہی ناقابل تسلیم ہے۔ ہاں اسلام عورتوں کے آوارہ پھرنے چھوٹی موٹی چیزوں کی خرید و فروخت کے بہانہ بازاروں کی گشت کرنے مخلوط جگہوں میں پکنک منانے، کلب گھروں اور ہوٹلوں میں جانے اور بغیر محرم سفر کرنے سے ضرور منع کرتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام امور پردہ کی علت پر براہ راست حملہ آور ہوتے ہیں۔

۳۔ تعلیم نسواں تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بچوں کی تربیت کے لیے ماؤں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اگر عورت کو یوں پردہ میں رکھا جائے تو وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتی۔

یہ اعتراض تجربہ اور مشاہدہ دونوں کے خلاف ہے۔ تجربہ کے خلاف اس لیے کہ امت مسلمہ میں ایسی بے شمار عورتیں موجود رہی ہیں جو علم و فضل کے لحاظ سے آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دور صحابہ و تابعین اور مابعد کے ادوار میں بھی، ایسی عورتوں کے تذکرے کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سب نے پردہ میں رہ کر ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ یہ مختصر رسالہ ان کے صرف نام تک گنانے کا بھی متحمل نہیں۔ اور مشاہدہ کے خلاف اس لیے کہ آج بھی لڑکیاں باپردہ رہ کر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ خواہ یہ تعلیم دینی علوم سے متعلق ہو یا عصری علوم سے یا دونوں سے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں میں ایسی مثالیں اپنے گھر سے پیش کر سکتا ہوں۔

۴۔ **صحت کی خرابی** | ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ عورتوں کے گھر میں رہنے اور تازہ آب وہوا نہ ملنے کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

اب دیکھیے جیسی یہ حضرات تازہ ہوا عورتوں کو دلوانا چاہتے ہیں وہ تو صرف کسانوں کو کھیتوں پر نصیب ہوتی ہے۔ رہے دوسرے لوگ جو اپنی دکانوں کارخانوں فیکٹریوں یا دفتروں میں کام کرتے ہیں۔ وہ بھی محبوس ہی ہوتے ہیں۔ مردوں کو بھی آدھا وقت اسی گھر میں محبوس رہنا پڑتا ہے۔ جس گھر میں عورت محبوس ہوتی ہے۔ تازہ ہوا نہ عورت کو ملتی ہے نہ مرد کو۔ پھر اکیلی عورت کیسے مظلوم ہوئی؟ تازہ، آب وہوا کی کمی کی وجہ سے عورت کی صحت اگر خراب رہتی ہے تو مرد کی بھی اس اصول کے مطابق ضرور خراب رہنی چاہیئے، ماسوائے کسانوں یا ان لوگوں کے جو کھلی ہوا میں کام کرتے ہیں۔

آج کل صحت فی الواقع خراب ہے عورتوں کی بھی اور مردوں کی بھی لیکن اس کی وہ وجہ نہیں جو یہ حضرات باور کرانا چاہتے ہیں۔ اگر اس خرابی صحت کی وجہ پردہ اور گھر میں بند رہنے کی وجہ سے تازہ ہوا کی کمی ہوتی۔ تو آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یا اس سے بھی قبل لوگوں کی صحت خراب ہوتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں نہ عورتوں کی صحت خراب ہوتی تھی نہ مردوں کی۔ اور آج دونوں کی خراب ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس خرابی صحت کی وجہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور جسے یہ حجاب شکن حضرات مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

اس خرابی صحت کی اصل وجہ وہ مسلسل جنسی ہیجان ہے۔ جو معاشرہ میں ہر سو پھیلی ہوئی بے حیائی کے نتیجہ میں عورت اور مرد دونوں کو لاحق رہتا ہے، یہ عام بے پردگی اور بے حیائی، یہ فحش ناول اور لٹریچر، یہ اخباروں اور اشتہاروں پر عورت کی دلکش تصاویر، کلب گھر، تفریح گاہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر رقص وسرود کے پروگرام اور زہد شکن گانے، یہ تعلیم اور ثقافت کے مخلوط ادارے۔ ہسپتالوں میں نرسوں کا وجود اور ہوائی جہازوں میں مہمان نواز عورتوں کا وجود کونسی ایسی چیز ہے جو اس جنسی ہیجان کو ہر وقت متحرک نہیں رکھتی۔ اور اس جنسی ہیجان کے ہر وقت متحرک رہنے کے نقصانات اگر آپ کو معلوم نہیں تو کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیجیے۔

اب خالص خانگی اور گھریلو زندگی کی طرف آئیے۔ جس پر کسی کو اعتراض کی بھی گنجائش

کم ہوتی ہے۔ میاں بیوی کا ظاہری حجاب ایسے ماحول کی وجہ سے بہت حد تک پہلے ہی رخصت ہو چکا ہوتا ہے۔ رہی سہی کسر والدین نکال دیتے ہیں۔ منگنی کے موقعہ پر ہی میاں بیوی کو سب کے سامنے ایک ساتھ بٹھایا اور کھلایا پلایا جاتا ہے۔ اور ان کی فوٹو اتاری جاتی ہے۔ اور اگر منگنی پر ایسا موقع نہ بن سکے تو نکاح کے دن یہ فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ پھر اس نئے بیاہتا جوڑے کے لیے پہلے ہی ایک الگ اور مزیّن آراستہ پیراستہ کمرے کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ پہلے ان کے لیے دو چارپائیاں یا دو پلنگ ہوتے تھے جو ساتھ ساتھ جوڑ دیے جاتے تھے مگر آج کل پلنگ ہی ایک بنایا جاتا ہے۔ تاکہ رات کے کسی لمحہ میں بھی میاں بیوی کے الگ رہنے کا تصور تک بھی باقی نہ رہے۔ اس مسلسل جنسی ہیجان کی وجہ سے زیادہ تر نقصان کا شکار عورت ہی ہوتی ہے (جس کے والدین نے ایک پلنگ مہیا کیا تھا) اس سے ایک تو ہر سال کے بچے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے عورت کی صحت اتنی کمزور ہو جاتی ہے۔ کہ وہ وضع حمل کے فطری طریقہ کے قابل ہی نہیں رہتی۔ بلکہ یہ بچے بذریعہ آپریشن ہسپتالوں میں پیدا کیے جاتے ہیں۔

جب تک ہمارے معاشرے کی فضا اس عام پھیلی ہوئی بے حیائی اور فحاشی سے مسموم نہ ہوئی تھی۔ بچوں کی پیدائش کا درمیانی عرصہ کم از کم اڑھائی سال ہوا کرتا تھا۔ جب یہ وقفہ کم ہونے لگا تو خاندانی منصوبہ بندی کا محکمہ اس پر کنٹرول کرنے کے لیے معرض وجود میں آیا۔
اب قدرت کی شان بے نیازی ملاحظہ فرمائیے کہ جب سے یہ محکمہ وجود میں آیا ہے۔ اس کے منفی نتائج ہی سامنے آ رہے ہیں۔ وقفہ پیدائش کم ہوتے ہوتے ایک سال رہ گیا ہے۔ اور بیک وقت دو بچوں کی پیدائش بکثرت واقع ہو رہی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ برتھ کنٹرول کی گولیوں کے استعمال نے جہاں ایک طرف بدکاری کو فروغ بخشا ہے تو دوسری طرف ان گولیوں کے استعمال سے عورتوں کی صحت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ بچہ کی پیدائش کے وقت بچہ کی فکر نہیں ہوتی بلکہ فکر یہ دامنگیر ہوتی ہے کہ ماں ہی کہیں اس حادثہ کا شکار نہ ہو جائے۔
اب غالباً آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ لوگوں اور بالخصوص عورتوں کی صحت کی خرابی کی اصل وجہ کیا ہے؟

۵ ۔ انسانی تقاضے کہا جاتا ہے کہ انسان کی ضرورتیں لابدی ہیں ۔ بھوک ۔ نیند اور جنسی ملاپ ۔ ان کو اگر پورا نہ کیا جائے تو انسان کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے ۔

نیند تو بہرحال ہر ایک سے اپنا حق وصول کر ہی لیتی ہے ۔ بھوک کا معاملہ یہ ہے کہ اگر وہ بھوک کے وقت گھر پر نہیں تو بازار سے ، ہوٹل سے عزیز و اقارب کے ہاں ہو تو وہاں سے غرض کسی بھی جگہ سے اپنی یہ ضروریات پوری کر ہی لیتا ہے ۔ اور اس کے لیے محض اپنے گھر کا محتاج نہیں ہوتا ۔ تو جیسی ضرورت غذائی بھوک کی ہے ویسی ہی جنسی بھوک کی بھی ہے ۔ لہٰذا ۔ صرف بیوی سے ہی ملاپ کا تصور غیر فطری ہے ۔ نیز اگر کسی کو بیوی بھی میسر نہ آسکے تو وہ کیا کرے ۔

اس اعتراض میں غذائی بھوک اور جنسی بھوک کو ایک ہی سطح پر رکھ کر پیش کیا گیا ہے ۔ حالانکہ یہ بات اصولی طور پر غلط ہے ۔ اور اس کی وجوہ درج ذیل ہیں ۔

(۱) غذائی بھوک کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ پیٹ کا تنور غذا سے پر کیا جائے ۔ لیکن جنسی بھوک کا علاج قدرت نے از خود کر دیا ہے ۔ جب انسان میں مادہ منویہ زیادہ ہو تو بذریعہ احتلام یہ مادہ خارج ہو جاتا ہے ۔ اور یہ جنسی بھوک از خود کم ہوتی رہتی ہے ۔

(۲) جنسی بھوک کو کم خوری اور روزہ رکھنے کے ذریعہ بھی کم کیا جاسکتا ہے لیکن غذائی بھوک کا تشکم پوری کے سوا کوئی علاج نہیں ہوتا ۔

(۳) غذائی بھوک از خود پیدا ہوتی ہے ۔ جب کہ جنسی بھوک کو پیدا کیا جاتا ہے ۔ آپ خود کو شہوانی خیالات اور ماحول سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اگر آپ شہوانی جذبات کے ماحول میں مستغرق ہونے کے بجائے دوسرے مفید کاموں میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں گے ۔ تو یہ جنسی بھوک بیدار ہی نہ ہوگی ۔ اور اگر آپ ایسے ہی شہوانی خیالات اور ماحول میں مستغرق رہیں گے ۔ تو یہ جنسی بھوک اپنے شباب پر پہنچ جائے گی ۔ گویا اس جنسی بھوک کو پیدا کرنا ، نہ کرنا اعتدال پر رکھنا اور پروان چڑھانا بہت حد تک انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے ۔ جب کہ غذائی بھوک پر کنٹرول انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا ۔

ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے کیا یہ بات کافی نہیں کہ آج کے معاشرہ میں

بھی آپ کو کئی ایسے تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان اور عفیف بچے کافی تعداد میں مل سکتے ہیں کہ جن کی پچیس پچیس سال کی عمر تک شادی نہیں ہوتی۔ ان کی زندگی بے داغ ہوتی ہے۔ حالانکہ جنسی جذبات دس گیارہ سال کی عمر کے بعد بیدار ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

۶۔ غیرت کو چیلنج اعتراض یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں سے فحاشی کے ڈر سے منہ چھپاتی ہیں۔ تو گویا وہ سارے معاشرہ کو بدمعاش اور خائن تصور کرتی ہیں عورت کا مردوں سے منہ چھپانا فی الحقیقت مردوں کی غیرت کو چیلنج اور ان کے منہ پر تھپڑ رسید کرنے کے مترادف ہے۔

اس اعتراض کی صورت یہ ہوئی کہ جب آپ اپنے مال کی حفاظت کے لیے اپنے بکس یا گھر کو تالا لگاتے ہیں تو کیا آپ اس وقت یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ معاشرہ پورے کا پورا چوروں اور ڈاکوؤں پر مشتمل ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ یہ سمجھ کر تالا لگاتے ہیں کہ مال کو غیر محفوظ دیکھ کر کسی مفت میں مال اڑانے والے دل کے مریض کی نیت میں فتور نہ آجائے۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے۔ کہ مال کو محفوظ کر دیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی حکومت انسداد جرائم کی غرض سے پولیس اور عدالت کا محکمہ قائم کرتی ہے تو کیا وہ یہ سوچ کر کرتی ہے۔ کہ چونکہ پوری کی پوری مملکت بدمعاش اور جرائم پیشہ ہے لہٰذا ان محکموں کا قیام ضروری ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان محکموں کے قیام کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تو اس کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

اسی طرح عورت جب پردہ کرتی ہے۔ تو اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ مردوں کی تمام تر جنس۔ جنسی مرض کا شکار ہے۔ بلکہ وہ اس لیے کرتی ہے کہ اگر کسی کے دل میں جنسی روگ ہے، بھی تو اس کی شکل و صورت دیکھ کر اس کی طرف مائل ہونے کی کوشش نہ کرے۔ عورت کا پردہ واقعی مردوں کے منہ پر تھپڑ ہے لیکن صرف ایسے مردوں کے منہ پر جو جنسی روگ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور عورت کے پردہ کو اپنے منہ پر تھپڑ کے مترادف سمجھتے ہیں۔